معیارِ مہدویت قرآن وسنت میں

(شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ایک ملفوظ کی تشریح، تحقیق وتطبیق)

ا۔ مہدیٔ لغوی کا قرآن معیار: کبائر وصغائر کے اصرار سے اجتناب، ۲۔ مہدیٔ اصطلاحی کا معیار: تزکیۂ نفس کے اعلیٰ مرتبہ یعنی ولایتِ کبریٰ پر فائز ہونا، ۳۔ مہدیٔ موعود کے شرائط: علاماتِ زمانیہ، علاماتِ مکانیہ، علاماتِ سیاسیہ وشرعیہ، علاماتِ تکوینیہ وشخصیہ کا وجود، ۴۔ امتِ مسلمہ میں ایسی شخصیت جس میں مذکورہ بالا علامات کے ساتھ ساتھ اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں مکہ سے یمن کی طرف جلاء وطنی، خراسان کا سفر، حجاز میں جیل کی زندگی اور بالآخر گھر بار، اہل وعیال میں ستر (۷۰) سے زیادہ افراد کا قید ہو جانا اور اس دوران شام کی جنگ اور فقہ المہدویات کی تعلیم، علمائے سبعہ کی بیعت اور مکہ کی طرف ہجرت، علماء کا بیعت پر اصرار اور مہدی کا انکار اور بالآخر رکن ومقام میں بیعت اس مختصر رسالے میں چیدہ چیدہ مضامین ہیں۔

ڈاکٹر مفتی ثناءاللہ

فہرست مضامین

تمہید: مہدویت کا معیار قرآن وسنت کی روشنی میں

جمہوریت، بادشاہت اور ڈکٹیٹر شپ میں عوام کے حقوق اور انصاف کی بات کی جاتی ہے، مگر درحقیقت یہ تمام دعوے عملی جامہ میں نہیں آتے، بلکہ صرف الفاظ کی حد تک صرف دعوے ہی دعوے ہوا کرتے ہیں اور اگر بالفرض عملی جامہ پہن بھی لیں، تو یہ اللہ کے عدل کا مظہر بن کر ظاہر ہو گی، اور اللہ تعالٰی کے صفتِ عدل کا مظہر رسول اللہ ﷺ اور حضراتِ خلفاء میں بطریقہ اتم موجود تھا، جس کا عملی نمونہ آپ ﷺ نے امت کو کر کے سکھایا کہ اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے، تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۲۔ پیغمبر کی نفسانیت عالمی، ہمہ گیر اور عالمگیر ہونے کے ساتھ ساتھ وسعت صدری، طویل الصبری، عظیم الحلم اور عفو ودر گزر کا بہت بڑا مصدر تھی۔

ان تمام صفات میں مخلوق کے ساتھ اُلفت ومحبت، شرک وبدعات سے اجتناب، رضائے الٰہی اور عالی ہمتی ان نمایاں اوصاف میں سے ہیں، جن کی پہچان اگر صدیوں بعد انسانیت کے لیے مشعل راہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں تابندہ اور روشن ہیں تو یہ بات بدیہی ہے کہ اُس دور میں گرد وپیش کے اکثر لوگ ان سے واقف اور مصدر اصلی ہونے کی وجہ سے منبعِ حق شمار کرتے تھے۔ انہی اوصاف کے کمالی نے اکثر پیروکاروں کو بامِ عروج تک پہنچادیا۔

۳۔ سیرت نگاروں اور مفسرینِ قرآن کے نکاتِ علمیہ میں یہ بات واضح ہے کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات عقابی نگاہ کے مالک، روحانی بصیرت سے بہرہ ور، قلبی بصیرت سے معمور اور رجالِ کار کے پہچاننے کا دوررس تجربہان کے پاس اپنی فکری وسعت اور دل ودماغ کی نورانیت کی وجہ سے تھا۔

ان میں بیک وقت نرمیٔ گفتگو اور گرمیٔ مزاج سے آراستگی، امت پر دلی شفقت مگر ظالموں پر سختی، جب کہ معاملہ میں صداقت اور اعصاب کی مضبوطی، فکر وسوچ میں زیرکی

اور بصیرت و بصارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ نہ تو نرمیٔ گفتار کی وجہ سے ان میں کمزوری کا پہلو در آتا تھا اور نہ ہی گرمیٔ انداز کے بل بوتے ظلم کا شائبہ تھا۔

تاہم ظالموں پر سخت، مگر اپنوں کے لیے نرمی، صدقِ قول و فعل کے غازی، لوگوں کے دلوں پر راج کرنے اور ان کی زبانوں سے محبت کے منُادیٰ شخصیات کے مالک تھے۔ ان تمام سے بڑھ کر دل کی صداقت، زبان کی لطافت، چہرے پر آنچ نہ آنا وغیرہ وغیرہ کئی ایسے یکتا صفات ہیں، جن کی بیک وقت مرقع فرد نہ تو اپنوں سے چھپا رہ سکتا ہے اور نہ ہی غیروں کی نظروں میں تادیر قائم رہ سکتا ہے۔ ختم نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے، لیکن کارِ نبوت وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ امت کے کئی افراد سے ادا کرتے رہتے ہیں۔

چونکہ علمائے کرام انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہوتے ہیں اور علمائے کرام میں مجتہد کی شان سب علماء سے اونچی ہوا کرتی ہے، جب کہ مجدد کا مرتبہ کئی مجتہدین کے برابر ہوتا ہے اور امام مہدی علیہ الرضوان اولیائے کرام کے محبوب اور علمائے عظام کے مطلوب ہوں گے، لہذا ظاہر ہے کہ ان میں مذکورہ بالا تمام اوصاف اسی طرح پائی جائیں گے، جس طرح حضرات خلفائے راشدینؓ میں موجود تھیں۔ جیسے ہی حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمای گیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو وہ عمرؓ ہوتے، لیکن نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نزولِ وحی کے علاوہ دیگر نبوی اوصاف اور قیادت و سیادت کی صفات اس امت کے خلفائے راشدین اور ان کے مجتہدینِ و مجددین کو عطا ہوئے ہیں۔ اور امام مہدی علیہ الرضوان تمام گذشتہ مجددین اور مجتہدین کی خاتم ہوں گے، جس طرح ان کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیائے کرام کے خاتم تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام مہدی میں گذشتہ مجددین و مجتہدین کے صفات واوصاف کامل طور پر موجود ہوں گے۔ جب کہ مجددین

ومجتہدین کے بنیادی اوصاف میں شریعت کی کامل اتباع، ظاہری خوبیاں اور باطنی بصیرت وبصارت نمایاں ہیں۔

اسی طرح حق گوئی، قرآن وحدیث کے نظام کا نفاذ اور باطل کے مقابلے میں ہراول دستے میں پیش پیش ہوا کرتے تھے۔ توامام مہدی علیہ الرضوان بھی مذکورہ خوبیوں کے عروج تک پہنچی ہوئی شخصیت ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حق گوئی کے جرم میں امام مہدی علیہ الرضوان حاکمِ وقت کو مطلوب اور مخلوقِ خدا کا ممدوح، جیل کی سلاخوں اور کفار کے اشاروں پر چلنے والی حکومتوں سے بفضل الہی نجات پا جائیں گے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی سادہ لوحی، سلالت بیانی، کم گوئی، ہاشمی صفات اور خدائی موعود اوصاف کی وجہ سے ہر دلعزیز اور منظور نظر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اس رسالے کے مضامین یہ ہیں: ا۔ مہدیؑ لغوی کا قرآن معیار: کبائر وصغائر کے اصرار سے اجتناب، ۲۔ مہدیؑ اصطلاحی کا معیار: تزکیۂ نفس کے اعلیٰ مرتبہ یعنی ولایتِ کبریٰ پر فائز ہونا، ۳۔ مہدیؑ موعود کے شرائط: علاماتِ زمانیہ، علاماتِ مکانیہ، علاماتِ سیاسیہ وشرعیہ، علاماتِ تکوینیہ وشخصیہ کا وجود، ۴۔ امتِ مسلمہ میں ایسی شخصیت جس میں مذکورہ بالا علامات کے ساتھ ساتھ اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں مکہ سے یمن کی طرف جلاء وطنی، خراسان کا سفر، حجاز میں جیل کی زندگی اور بالآخر گھر بار، اہل وعیال میں ستر (۷۰) سے زیادہ افراد کا قید ہو جانا اور اس دوران شام کی جنگ اور فقہ المہدویات کی تعلیم، علمائے سبعہ کی بیعت اور مکہ کی طرف ہجرت، علماء کا بیعت پر اصرار اور مہدی کا انکار اور بالآخر رکن ومقام میں بیعت۔ طالبِ دعا:

ثناءاللہ، مردان، فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۳ محرم، ۱۴۴۲/۲ستمبر ۲۰۲۰

باب اول: مہدویت کے اقسام

مہدویت کے بارے میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں: مہدی اصطلاحاً ایک مقام ہے، مقاماتِ سلوک سے گذرنے والا جب وہاں سے گذرتا ہے، تو یہ لقب اس کو محسوس ہوتا ہے، بعض حضرات یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ مہدی موعود اور مقام سلوک ایک ہی ہے اور وہ غلطی میں پڑ کر مہدیٔ موعود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں اور خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، الحاصل مہدی تین ہیں: لغوی، اصطلاحی، موعود۔ لغوی کا مصداق وہ شخص ہے جس میں ہدایت کاملہ ظہور پذیر ہوئی ہو۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی ہو یا دونوں۔ واللہ أعلم۔ [سلوکِ طریقت، ۲۸۹]

حضرت مدنیؒ کی اس ملفوظ میں چند باتیں بیان ہوئی:

۱۔ مہدیٔ لغوی ہر اس شخصیت کو کہا جا سکتا ہے کہ جو مکمل شریعت کا پابند اور اس کا باطن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو، چاہے لوگوں کو ظاہراً معلوم ہو یا ظاہراً معلوم نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ شخصیت کامل ہدایت پر ہوتا ہے۔ ۲۔ تصوف کی اصطلاح میں ''مقامِ مہدویت'' ایک الگ مرتبہ ہے، جسے بھی مہدی کہا جا سکتا ہے۔ ۳۔ تیسرا امام مہدیٔ موعود کا مرتبہ ہے، جس کے بارے میں احادیث مبارکہ میں پیشن گوئیاں ہوئی ہیں۔ تاہم حضرت مدنیؒ کے اس ملفوظ سے ضمناً دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ مہدیٔ اصطلاحی کے مرتبے پر اس وقت تک کوئی شخص فائز نہیں ہو سکتا، جبکہ مہدیٔ لغوی نہ ہو اور مہدیٔ لغوی کے لیے ظاہری شریعت کی مکمل تابعداری اور باطنی اوصاف کا بھرپور ہونا لازمی ہے، تب جا کر اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس مہدیٔ لغوی کو مہدیٔ اصطلاحی بنا سکتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر 'مہدیٔ لغوی'' مہدیٔ اصطلاحی' بھی بن جائے، بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص 'مہدیٔ لغوی' ہو، لیکن 'مہدیٔ اصطلاحی' نہ بن سکے، کیونکہ

ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوئی ہو، مگر 'مہدیٔ موعود' ہونے کے لیے 'مہدیٔ لغوی' ہونے کے ساتھ ساتھ 'مہدیٔ اصطلاحی' بھی ہونا ضروری ہے۔

۲۔ لیکن آگے جا کر اس کے بعد بھی 'مہدیٔ اصطلاحی' کے لیے بھی یہ ضروری نہیں، کہ مہدیٔ موعود بن جائے، بلکہ مہدیٔ موعود ہونے کے لیے علاماتِ شخصیہ، علاماتِ زمانیہ، علاماتِ مکانیہ، علاماتِ کونیہ، علاماتِ سیاسیہ اور اس کے بعد علاماتِ شرعیہ کا ہونا لازمی ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک علامت بھی کم ہو، تب بھی کوئی شخص اگرچہ مہدیٔ لغوی بھی ہو، مہدیٔ اصطلاحی بھی ہو، لیکن اس کا مہدیٔ موعود کے مرتبے پر فائز ہونا ضروری نہیں۔

فصل اول: مہدیٔ لغوی واصطلاحی کا قرآنی معیار:

واضح رہے کہ قرآنی آیات کی روشنی میں 'مہدی ہونا' یا 'ہدایت یافتہ' ہونا چند امور پر مبنی ہے: گناہوں کی مغفرت، اتمامِ نعمت، نیکیوں کی ہدایت اور اللہ تعالی کی طرف سے نصرت و مدد سے مہدی ہونا ہے، چنانچہ سورۃ الفتح میں انہی چار امور کو ہدایت کہا گیا، دوسرے لفظوں میں مقامِ توبہ اور مقامِ معرفت کی تکمیل 'مہدیٔ لغوی' کا مرتبہ ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا نصرت اور فتح سے پہلے آپ علیہ السلام ہدایت پر نہیں تھے۔

تو اس کا بے غبار جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام بعثت سے پہلے اور بعد میں صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے پاک اور رب کی طرف سے کامل ہدایت پر تھے، ہاں البتہ عالمِ اسباب کی روشنی میں اس ہدایت کا اظہار لوگوں پر فتح کی صورت میں کامل طور پر نصرت کے بعد واضح ہوا، اگرچہ آپ علیہ السلام پہلے ہی سے کامل مہدی تھے۔ لہذا اس تناظر میں امام مہدی کی ہدایت اگرچہ پہلے ہی ان کی ذات میں فطری طور پر ہوگی مگر لوگوں پر اس کا اظہار اس وقت ہوگا جب خسف ہوگا اور مزید اس وقت ظاہر ہوگا جب جزیرۃ العرب، روم اور ہندوستان فتح

ہو گا۔ لیکن پھر بھی آپ خود کو مہدی کہنا پسند نہیں کریں گے، جس طرح سورہ فتح کے نازل ہونے کے بعد آپ علیہ السلام کے نمازوں کی رکعتوں میں مزید اضافہ ہوااور آپ لمبی لمبی رکعات کرنے لگےاور فرماتے: افلا اکون عبدا شکورا۔ توامام مہدی بھی مزید خشوع وخضوع، تقویٰ واخلاص اور باطنی اوصاف اپنائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ سورۃ النصر میں اسلام کی ترقی اور لوگوں کا جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے پر فرمایا گیا: فسبح بحمد ربک واستغفره اسی طرح امام مہدی کے لیے بھی یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ میں مہدی ہوں۔۔ نہیں... ہر گز نہیں... بلکہ فتوحات کے بعد بھی خود کو مہدی کہنے کی جسارت نہیں کریں گے۔ کیونکہ قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کا مشن اشخاص اور افراد کی نظروں کے سامنے کسی شخصیت کی کامیابی کے بجائے تبلیغِ دین کی اہم ذمہ داری کو ادا کرنااور اسلامی احکامات کی ترویج اور ان کے نفاذ کا حکم دینا ہے، چاہے پیغمبر علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات موجود ہو یا پھر دنیا سے رحلت فرما کر فوت ہو چکے ہوں، دونوں صورتوں میں دین کی تبلیغ کی ذمہ داری ان کے اور ان کے بعد وارثین نبوت کے اہم فرائضِ منصبی ہیں، اب آگے فتح ان کی حیات میں ہو جائے یا ان کے حیات کے بعد ہو۔

تو یہی طریقہ امام مہدی کے لیے بھی مشعل راہ ہو گا، یعنی اصل کام دین کی محنت اور اسلام کی سربلندی کے لیے دن رات کوشش کرنا مقصود ہے، چاہے ان کی شخصیت مہدی کا لقب پائے یا نہ پائے، مقصودِ اصلی دین اسلام کی ترویج وترقی ہے، شخصیت منظورِ نظر نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کو مکی دور میں چار آیاتِ مبارکہ میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے: **پہلی آیت**: (وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں

تمہاری آنکھوں کے سامنے (نازل) کریں یا (اس وقت جب) تمہاری مدت حیات پوری کردیں تو ان کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ تو جو کچھ یہ کر رہے ہیں خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔)

دوسری آیت: (وَإِنْ مَا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہیں دکھائیں (یعنی) تمہارے روبرو ان پر نازل کریں۔ یا تمہاری مدت حیات پوری کردیں (یعنی تمہارے انتقال کے بعد عذاب بھیجیں) تو تمہارا کام (ہمارے احکام کا) پہنچادینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔) **تیسری آیت**:(فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ تو (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبر کرو خدا کا وعدہ سچا ہے اگر ہم تم کو کچھ اس میں سے دکھادیں جس کا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی کافروں پر عذاب نازل کریں) یا تمہاری مدت حیات پوری کردیں تو انکو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے) **چوتھی آیت**: (فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ اگر ہم تم کو (وفات دے کر) اٹھالیں تو ان لوگوں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے)

تشریح: چونکہ نبی کریم علیہ السلام کو اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالی اس دین کو دنیا بھر میں پھیلائیں گے اسی وجہ سے فرمایا: ''کہ صنعاء سے مکہ تک مسافر آئے گا مگر اسے جان ومال کا خوف نہیں ہوگا''۔ اگر بغور دیکھا جائے تو قرآن میں کبھی بھی یہ وعدہ اتنی تاکید کے ساتھ نہیں ہوا کیونکہ ان آیات کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور وہاں کا زمانہ تربیت کا تھا چنانچہ وہاں نبی کریم علیہ السلام کی شخصیت سے نصرت اور مدد کی نفی ہوتی تھی اور آپ علیہ السلام کی ذمہ داری صرف تبلیغ دین بتائی جاتی تھی تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ باتیں راسخ ہو جائیں، کہ اگر نبی علیہ السلام اس دنیا سے تشریف بھی لے جائے، تو دین کی نصرت اور تمکین کے لیے

وہی ذاتِ باری تعالیٰ ہی ظاہری اسباب مہیا کرتے ہیں، لہذا اشخاص سے نفی اور محض ذاتِ باری تعالیٰ پر توجہ رکھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام تمکینِ دین کے بارے میں مطمئن تھے لیکن ان کے ساتھ یہ وعدہ حرف 'اَوْ' کے ساتھ ہوا تھا جس سے بظاہر یہی مقصود ہو سکتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے دستِ اقدس پر یا پھر دوسرے خلفاء کے ہاتھوں اس تمکین کی تکمیل ہو گی۔

جب آپ علیہ السلام کا یہ حال ہے تو امام مہدی کس طرح اپنے لیے اس وعدے کی تکمیل کا اپنی حیات میں اطمینان دلا سکتا ہے کہ میں ہی امام مہدی ہوں اور میرے ہاتھ پر پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرے گا اور میرے بارے میں پیشن گوئی ہوئی تھی، کیونکہ میری ذات میں صفاتِ شخصیہ، پیدائشی صفات، روحانی مدارک، باطنی مدارج اور رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیعت میرے لیے ہوئی ہے۔

نہیں۔۔ نہیں۔ ہر گز! بلکہ امام مہدی ایک عبادت گزار اور مطیع وتابعدار عام مسلمان کی طرح زندگی گزاریں گے۔ ہاں البتہ امید اور خوف کے درمیان رہتے ہوئے امام مہدی اس زمانے میں کامل عبودیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہی آرزو کریں گے کہ شاید وہی امام مہدی ہوں گے جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

أعلل النفس بالأمال أرقبها

ما أضيق العيش لو لا فسحة الأمل

یہاں یہ بات بھی جاننی ضروری ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد اگرچہ روم فتح ہو گا۔ لیکن کیا امام مہدی ہونے کے لیے یہ شرط لگانا ضروری ہے کہ مہدی تب حقیقی مہدی ہو گا جب اس کے ہاتھوں روم فتح ہو گا۔۔ نہیں، نہیں۔۔ ہر گز نہیں۔

بلکہ اگر صرف امام مہدی کے دور میں صلح حدیبیہ کی طرح واقعہ بھی ہو جائے اور کفر کے سر سے اپنے کفری نظام کی فوقیت کا نشہ اتر جائے اور کفار مسلمانوں کی ایسی قیادت کو تسلیم کر لیں، جو قرآن وسنت کے نظام کے لیے کفری طاقتوں سے مسلح طور پر بر سرِ پیکار ہو، تب بھی ہم کہہ سکیں گے کہ امام مہدی نے اپنے مہدویت سے بڑا حصہ لے لیا۔

اس دوران جس طرح صلح حدیبیہ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ بعض صحابہ کرامؓ سے معاملہ سمجھنے میں بشری تقاضے کے مطابق بظاہر ذہنی عدم اطمینان کی صورت بنی جو بعد میں الحمدللہ ختم ہوئی، شاید امام مہدی کے ساتھ بھی ایسی ہی کچھ ہو مگر آپ صلی اللہ علیہ السلام نے وہی کچھ کیا جس کا حکم تھا تو صحابہ کرامؓ کو بعد میں حقیقت معلوم ہوئی اسی طرح امام مہدی کے ساتھ بھی اسی طرح ممکن ہے مگر جیسے نبی علیہ السلام کے لیے ہدایت کی تکمیل اور فتح کی بشارت دے دی گئی ایسی ہی امام مہدی کے لیے بھی ممکن ہو سکتا ہے۔

بیعت سے پہلے امام مہدی کے لیے بیعت کی دعوت اور اپنے آپ سے مہدویت کی نفی:

مگر ان تمام امور کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ بھائی صاحب! چونکہ آپ کے بدن میں مہدی کے نشانات ہیں، لہذا آپ اپنے آپ کو مہدی بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی باہر نکل کر کسی کے نظر لگو، بلکہ گوشۂ مسجد یا خانقاہ وغیرہ میں خاموش ہو کر جیو، اور امام مہدی کے بارے میں دعوت نہ دینا، بلکہ جب تک علمائے کرام خود چل کر آپ کے پاس نہ آئے، اس وقت تک روپوشی کی زندگی گزارنا لازمی ہے، و گرنہ پھر لوگ کہیں گے کہ اس شخص میں مہدی کے علامات بھی پورے ہیں اور یہ مہدی کی طرف لوگوں کو بلاتا بھی ہے لہذا اس میں تو شک کا شائبہ ہے، لہذا شکوک سے بچتے ہوئے پردۂ غیب میں رہنا ہی بہتر ہے، لیکن اگر اس بارے میں امام جعفر صادق کا یہ ارشاد بغور پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کی حقانیت کی نشانی یہی ہو گی کہ اپنی ذات کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دے گی،

بلکہ شخصیت مہدی کی نصرت کے لیے دعوت دے گی۔

عصر حاضر کی روشنی میں اگر ہم دیکھ لیں تو دعوت و تبلیغ کی دعوت کا منہج چھ نمبر اور مخصوص اسلوب دعوت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ایسے ہی سلفی دعوت کا منہج مصطلح الحدیث اور اسانید کی تدریس وغیرہ ہے۔ جبکہ اخوان المسلمین، جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام کا منہج سیاسی کوششیں اور انتخابات میں فتح حاصل کرنا ہے اور مدارس کی محنت درس نظامی کی تدریس اور مذکورہ بالا محنتوں کے لیے افراد سازی ہے۔ ایسے ہی تصوف سے وابستہ افراد کا منہج صرف اپنے مشرب، شیخ کی تربیت اور اس کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنا ہے۔

اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر دینی محنت کے لوگ اپنی وضع کردہ ترتیب کی روشنی میں اسی محنت کو شش کو دین کی اعلیٰ محنت شمار کرتے ہیں جب کہ امام مہدی اور ان کے انصار امام مہدی کے منہج کی طرف دعوت دیں گے اور لوگوں کو نصرت مہدی کی طرف بلائیں گے، اس محنت میں نہ امام مہدی خود کو امام مہدی کہیں گے بلکہ یہ تصور کریں گے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ان صفات والا نظر آئے اور علمائے کرام اس پر متفق ہو جائے تو میں بھی اس کے انصار میں سے ہوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی سے پہلے رائج دینی محنتوں میں کون سی محنت زیادہ توجہ دینے کا تقاضا کرے گا اور اس دور میں رائج جھنڈوں میں کون سا جھنڈا زیادہ راہ یاب ہو گا۔ تو جواب یہ ہے کہ اس دور میں امام مہدی کا جھنڈا زیادہ راہ یاب ہو گا کیونکہ ان کا مقصد، خلافت کا قیام اور دین کے تمام شعبوں کی تکمیل اور احیاء ہو گا۔

بابِ دوم: مہدیٔ موعود کے حقیقی شرائط

مہدیٔ موعود کی اہم شرط: اولوالعزم شخصیات کی صفات کا مجموعہ

نوعِ اول: یوں تو رحمتِ خداوندی کا انتخاب نہ لگی بندھی قوانین کا محتاج ہے اور نہ ہی مسلمہ حقائق کے تابع، لیکن فطری اصولوں اور عقلی دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ بعض ودیعت رکھی گئی اور پیدائشی صفات، مخلوق میں رہتے ہوئے کامل اخلاق اور مصائب و تکالیف اور معرکۂ خیر وشر میں عمدہ اوصاف کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اسی انتخاب الٰہی کے لیے اپنے آپ کو اہل ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے، تاہم خدائی عطا جسے چاہتی ہے اسے منتخب کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نہ تو اپنی کوشش سے کوئی شخص نبی یا رسول ہو سکتا ہے اور نہ ہی اولیائے کرام کے مراتب پر فائز ہونے کے لیے چند صفات کا تصنع کام دے سکتی ہے۔ لیکن کرنے کو رب کونین جو کرنا چاہے، وہی کر دکھاتا ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ رسول انورﷺ کا خون کرنے گئے، مگر دولتِ اسلام سے مشرف ہو کر ۳۹ نمبر پر اسلام لائے اور وہاں سے ہوتے ہوئے دوسرے نمبر پر آگئے اور خلیفۂ دوم کہلائے۔ ہاں البتہ اگر بغور دیکھا جائے تو رسول اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی تھی کہ اے اللہ! ابو جہل اور عمر میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما اور یہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہو گئی۔ بعثت سے پہلے الٰہی انتخاب کی وجہ سے انبیائے کرام نبوت سے پہلے اور بعد میں ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ یہی الٰہی انتخاب انہیں اہل ٹھہراتی ہے، اس کے ساتھ چند دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں: چونکہ نبی و رسول کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں ہو سکتا، اس لیے ولی بننے کے لیے خدائی انتخاب کی اہلیت ثابت ہونے کے لیے کبائر سے اجتناب اور صغائر پر عدمِ اصرار شرط ہے۔

تاہم عام لوگوں کے مقابلے میں گناہوں سے دور، ہر آن وہر گھڑی اپنے رب کی رضاجوئی کے لیے مصروف اوراس کی تقدیر پر راضی شخص ہی ولی ہو سکتا ہے۔

علمائے کرام سے علمی مزاج اور زاویۂ نگاہ کی وسعت، نبوی چشمۂ علم سے سیرابی، ہدایت کے راستوں کا شناور، قیادت کے اوصاف کا مرقع اور اُمت کے درد میں مغموم چند ایسی صفات ہیں، جن کی وجہ سے یہ بات بظاہر کافی پریشان کن معلوم ہوتی ہے کہ امام مہدی کسی کمزور، بے ہمت، ضعیف لاچار عام انسانوں کی طرح گناہ گار، سیاست سے ناواقف اور ظاہری وباطنی معاصی میں مبتلا شخص ہو گا، جس کو پہلے سے نہ تو جہاد کے میدان سے شناسائی ہو گی اور نہ ہی روحانیت سے پلہ ہو گا۔

بلکہ امام مہدی علیہ الرضوان ایک نمایاں عظیم استعداد کا حامل آدمی ہو گا، جن کی شخصیت میں مندرجہ بالا صفات کی ہمہ گیری اور ان کا نکھار زندگی کے مختلف مراحل میں قدم بقدم مکمل ہو گا۔تاہم ان اوصاف سے یہ بات ہر گز نہ سمجھنا چاہیے کہ حضراتِ متاخرین کی طرح کوئی عبقری، مافوق الفطرت استعداد اور متعدد علوم کا مجتہد اور ہر میدان میں اپنی مثال آپ ہو گا۔ نہیں، نہیں.. ہر گز نہیں۔

بلکہ حضراتِ متقدمین کی طرح تفسیر وحدیث اور سنت کے بنیادی اہم نکات میں کافی مہارت ہو گی۔ایسے ہی فقہی اور شرعی علوم میں بھی مستند علمی استعداد ہو گی۔

ان مذکورہ تشریحات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ امام مہدی علیہ الرضوان کا نام فُساق وفجار کے ظاہری یا باطنی فہرست میں داخل نہ ہو گا کیونکہ پھر تو علمائے امت کا ان کی خلافت کے بارے میں اتفاق ناممکن ہو گا کیونکہ عام طور پر اللہ کی مخالفت کی وجہ سے علمائے کرام ظاہری اعتبار سے ان سے نفرت کرتے ہوں گے۔ لہذاامام مہدی کا مرتبہ کم از کم ایسی شخصیت کو ملنا چاہیے، جو ظہور کے بعد اُمت کے علماء اور عوام کا نکتۂ اتفاق ثابت ہو۔

حاصلِ کلام: گذشتہ کلام سے امام مہدی علیہ الرضوان کی شخصیت کے بارے میں چند باتیں معلوم ہوئیں: ۱۔درد مندوں کا مداوااور مظلوم و مجبور امت کی تڑپ وہی شخص محسوس کر سکتا ہے، جو خود ظلم ستم کا شکار ہوا ہو اور غربت کی حالت میں اپنوں کے درد اور پیاروں کے فراق کا نشانہ بنا ہو۔ ۲۔اسی وجہ سے مہدی ناز و نعمت میں پلا ہوا، عیش و آرام کا رسیا اور لذت و سکون کا دلدادہ نہیں ہو گا۔ ۳۔ایسے ہی حکام واغنیاء سے مراعات کا حاصل کرنے والا آرام واطمینان کی زندگی بسر کرنے والا آدمی نہیں ہو گا۔ ۴۔ بلکہ حزنِ یعقوبی کا شعور رکھنے والا ایسا شخص ہو گا جو اولاد کی جدائی کا درد آزمانے والا صاحبِ قلب اور غمِ یوسفی کے جذبات کا حامل ایک قیدی شخص ہو گا، جس کو حاکمِ وقت نے "حبسِ بیجا" کا نشانہ بنایا ہو گا۔ صبر ایوبی کا نمونہ اور ان کی طرح بطورِ امتحان "امراضِ جسمانیہ" کا شکار ہو گا۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہود کے سحر سے مسحور اور خاندانِ نبوت کا چشم وچراغ ہو گا۔ ۶۔اپنے ہی اہلِ وطن کے ظلم کا نشانہ بننے والے مسلمانوں کی طرف سے بے رخی اور الزامات کا مخاطب شخص ہو گا۔ ۷۔ آپ علیہ السلام کی طرح مکہ مکرمہ میں پیدائش اور یمن کی طرف ہجرت کیا ہوا ہو گا۔ ۸۔امام علی زین العابدینؓ کی طرح اپنے باپ سیدنا حسینؓ کے غم میں نڈھال بوڑھے باپ، بھائیوں، گھر بار اور اہل وعیال کے تمام افراد اور بیوی بچوں سمیت قید میں زندگی بسر کی ہو گی۔ ۹۔ ظلم کی تپش میں جلا ہوا، تہمتوں کا ہدف اور قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنے والا فرد ہو گا۔

امام مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں مذکورہ بالا علامات کی دلیل:

مذکورہ بالا علامات کے بارے میں احادیث مبارکہ کا ذخیرہ دیکھا جائے، تو ان میں یہ نشانیاں نمایاں طور پر بیان ہوئی ہیں: ۱۔ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نوجوان لڑکوں کو دیکھا، آپ ﷺ کے آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی اور فرمایا:

«إنا أهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا، وإن أهل بيتي سيلقون بعديبلاء وتشريدا وتطريدا، حتى يأتي قوم من قبل المشرق معهم رايات سود، فيسألون الخير، فلا يعطونه، فيقاتلون فينصرون، فيعطون ما سألوا، فلا يقبلونه، حتى يدفعوها إلى رجل من أهل بيتي فيملؤها قسطا، كما ملئوها جورا-سنن ابن ماجہ، باب خروج المہدی، رقم: ۴۰۸۲، ج۲ص ۱۳۶۶۔

ترجمہ: ہم اہل بیت کے لیے اللہ تعالی نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو پسند کیا ہے، اور میرے اہلِ بیت کو میرے بعد مصیبتوں اور پریشانیوں، جلاوطنی اور دھتکارنے کا سامنا کرنا پڑے گا، حتیٰ کہ آخری زمانے میں مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے جو خلافت کے لیے کھڑے ہوں گے، لیکن انہیں یہ حق نہیں دیا جائے گا، تو اس کے حصول کے لیے وہ باقاعدہ قتال شروع کریں گے اور کامیاب ہوں گے اور انہیں حقِ خلافت دیا جائے گا لیکن وہ خود اسے قبول نہیں کریں گے، بلکہ میرے ہی اہلِ بیت میں سے ایک شخص کو یہ حقِ خلافت دیں گے، جو روئے زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا، جس طرح ان سے پہلے ظلم وستم سے یہ بھر چکی تھی۔

۲۔عن علي، قال: «يبعث بجيش إلى المدينة فيأخذون من قدروا عليه من آل محمد صلى الله عليه وسلم، ويقتل من بني هاشم رجال ونساء، فعند ذلك يهرب المهدي والمبيض-الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۲۳، ج۱ص ۳۲۳۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک لشکر مدینہ کی طرف بھیجا جائے گا اور وہ محمد علیہ السلام کے تمام اہلِ بیت کو گرفتار کر کے لائیں گے اور بنو ہاشم کے سارے مرد وعورتوں قتل کریں گے، مگر اس دوران امام مہدی اور اس کے ساتھ مبیض موقع پا کر بھاگ جائیں گے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خاندانِ بنو ہاشم کا چشم وچراغ یعنی امام مہدی بھی ان سخت تلخ حقائق کا سامنا کرے گا، تا کہ امت کا حقیقی درد نصیب ہو کر ان کا مداوا بن سکے اور شہد ودودھ

کی طرح میٹھا اور لذیذ معاملہ کر سکے۔

امام مہدی کی پہچان کی واضح اور حقیقی علامت: دعوتِ مہدویت اور ہجرت

گذشتہ تحقیقات اور مندرجہ ذیل امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امام مہدی کی دیگر علامات کی طرح اور دوسری واضح علامت "دعوتِ مہدویت" اور "ہجرت" ہو گی، دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ ان دو اہم اور نمایاں صفات کی وجہ سے وہ امام مہدی کے مرتبے پر فائز ہوں گے۔

موضوع سے متعلق چند اہم سوالات:

۱۔ امام مہدی کے بدن پر تل کے نشانات، کشادہ دانت، میانہ قد، معتدل باریک ناک اور دیگر علامات کیا ان کے علاوہ کسی اور کو معلوم ہو سکتے ہیں؟

۲۔ کیا ان علامات کو اپنے اندر پانے کی وجہ سے کیا ان کے ذہن میں لاشعوری طور پر اپنے مہدی ہونے کے بارے میں سوال ہو گا یا نہیں؟

۳۔ جب تک کوئی شخصیت خود اپنے بارے میں امام مہدی ہونے کے بارے میں یقین تک نہ پہنچا ہو، تو دوسرے لوگوں کے کہنے سے کیا اس کا یقین ہو سکے گا؟ لہذا اپنے بدن میں موجود علامات اور اپنے ساتھ ہونے والی وقوع پذیر حالات کی وجہ سے خود ان کو اپنے مہدویت پر غالب گمان ہو گا، تب جا کر دیگر لوگوں کے بیعت سے انہیں یقین ہو جائے گا یا نہیں؟

۴۔ کیا ان علامات کو دیکھتے ہوئے انہیں مہدویت کے مرتبے پر فائز ہونے کا شوق یا کم از کم طمع ہونے سے ان کا مہدی موعود ہونا ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۵۔ امام مہدی کو بادشاہِ وقت کی طرف سے ظلم و ستم کا نشانہ بننے، حکام کی جانب سے امام مہدی کے والدین، ان کے بیوی بہن اور بچوں سمیت خاندان کے کئی دسیوں تمام چھوٹے بڑے افراد کا قید و بند کا نشانہ بننا اور قید کے دوران امام مہدی کا حتی الموت مار و پیٹ کا نشانہ

بننے کے بعد ان کے ساتھی نفسِ ذکیہ کا زہریلا کھانے کی وجہ سے قتل ہو جانا، کیاامام مہدی کو اس بارے میں تحریک شروع کرنے یا کم از کم امام مہدی مبہم کے انصار میں سے ہونے کا داعیہ پیدا نہیں کر رہا ہو گا؟ جب کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی علوم پر کافی دسترس رکھیں گے اس وجہ سے انہیں کافی علوم میں مجتہدانہ استعداد کی بصیرت کا امین سمجھا جاتا ہے۔ تو کیاامام مہدی کے اوصاف انہیں معلوم نہیں ہوں گے؟

۶۔ جب امام مہدی روایات میں ذکر کی گئی تمام علامات اپنے اندر پائے اور احادیث میں ظہورِ مہدی کے زمانے کے علامات اپنے زمانے میں موجود دیکھے اور امام مہدی کے بارے میں احادیث میں بیان کی گئی نشانیاں اپنے خاندان اور اہل وعیال پر ظلم وستم کی داستانِ خونچکاں کے مناظر خود اپنی آنکھوں سے مکمل ہوتا ہوا دیکھ لیں اور پھر بھی ہاتھوں پہ ہاتھ دھرے بیٹھ جائیں اور انکار کر کے امتِ مسلمہ کے حالت زار کا رونا روتے ہوتے قیامِ خلافت کے لیے محنت نہ کرے تو اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

مذکورہ بالا سوالات کے جوابات:

یقیناً امام مہدی کی بلند استعداد سے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ آپ ان سب حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی یوں خاموش تماشائی بیٹھے اسباب کے استعمال سے جان کترائی کر کے نعرۂ غیبی کا منتظر رہیں گے؟ یہ خام خیالی دنیا کے ہر صاحب استعداد سے دور از کار عمل معلوم ہوتی ہے، چہ جائیکہ کہ مجتہدِ اعظم کے مرتبے پر فائز انسان ایسا ہی ہو۔ لہذا تمام انبیائے کرام کا بنیادی فریضہ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبودیت، سنت طریقوں کی دعوت اور ان کے نفاذ کے لیے عملی طور پر ترکِ وطن اور ہجرت کرنا ابتدائی شرط ہے، جس کے بعد بیعتِ امامت اور بیعت علی الجہاد کر کے اسلامی نظام کے قیام کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

امام مہدی کی نمایاں روحانی صفت: ولایتِ کبریٰ

امام مہدی کی ایک ایسی صفت جو دنیا بھر کے ایک انسان میں نہیں پائی جائے گی اور نہ ہی امام مہدی سے پہلے یا اس زمانے میں جھوٹے مدعیانِ مہدویت میں وہ صفت پائی جائے گی اور وہ صفت مرتبہَ ولایتِ کبریٰ ہوگا۔

ولایت کبریٰ کا مطلب یہ ہے کہ امام مہدی ظاہری شریعت کا مکمل تابعدار اور دل میں امت کا درد رکھتے ہوئے عبودیتِ الہی کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوں گے اور عبودیتِ الہی کا اعلیٰ مرتبہ ظاہری غفلت اور باطنی غفلت کا ختم ہونا ہے، یعنی کوئی شخص عبودیت کے ادنی مرتبے تک ظاہری یا باطنی غفلت کے ہوتے ہوئے نہیں پہنچ سکتا۔ اور ظاہری و حسی غفلت سے مراد یہ ہے کہ سوتے وقت انسان کا دل اس کے کنڑول میں نہیں ہوتا۔

اور باطنی غفلت سے مراد یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالی کی یاد سے غافل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ولا تطع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا اور ہر ایسے شخص کی پیروی مت کریں جس کا دل ہمارے ذکر اور یاد الہی سے غافل ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کا دل اللہ تعالی کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل ہو تو اگرچہ وہ آدمی سویا ہوا نہ ہو، لیکن وہ آدمی باطنی اور معنوی طور پر سویا ہوا ہے کیونکہ جاگتے ہوئے بھی وہ آدمی اللہ کو نہ زبان سے یاد کر رہا ہے اور نہ اس کا دل اللہ تعالی کی یاد میں مشغول ہے۔

ذکر کردہ آیت کی رو سے بعض لوگ زندہ ہو کر بھی مردوں کا جینا جی رہے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا دل اللہ تعالی کی یاد سے غافل ہوتا ہے اور بعض لوگ مر کر بھی اَمر ہوتے ہیں اور زندوں کی سی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون۔ اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا

کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ اور نہ ذکر کرنے والا مردہ ہے۔ اور زندہ و مردہ کا مرتبہ شریعت میں ایک جیسے نہیں ہوتا، چنانچہ فرمایا: وما يستوى الأحياء ولا الأموات یعنی زندہ لوگ مردوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔

احادیثِ مبارکہ میں ظاہری غفلت یعنی نیند سے بیدار ہونے کا انداز:

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ سونے کے بعد شیطان انسان کے گردن پر تین گرہ لگا کر چلا جاتا ہے اور ہر گرہ پر سستی کا دم پھونک دیتا ہے کہ اے بنی آدم! ابھی کافی رات باقی ہے آرام سے سو جاؤ۔ اب جب انسان اٹھ جاتا ہے تو وہ سستی کا پہلا گرہ کھل جاتا ہے اور جب دعا پڑھ کر وضو کرتا ہے تو دوسرا گرہ بھی کھل جاتا ہے اور جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کے بعد تیسرا گرہ بھی کھل جاتا ہے اور یہ آدمی چست ہو کر اپنے ایک مبارک دن کا آغاز کرتا ہے۔ لیکن اگر ان میں سے جتنے امور میں کوتاہی کرتا ہے تو اتنا ہی اس کے لیے یہ دن اتنی ہی نامبارک اور منحوس ہو جاتی ہے۔ شیطانی سحر کا پہلا خاتمہ اس حدیث میں خوابِ غفلت سے اٹھنے پر موقوف کیا گیا اس کے بعد ذکر اور نماز کا تذکرہ ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ جاگنا ہی شیطان سے بچنے کا اور رحمان کے بندوں میں شامل ہونے کا پہلا زینہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند میں ظاہری اور حسی غفلت کی وجہ سے انسان کا روح جزوی طور پر اللہ تعالیٰ اپنے قدرت میں لے کر اس انسان کے قبضے سے لیتا ہے، چنانچہ فرمایا: الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها فيمسک التى قضى عليها الموت ويرسل الاخرىٰ الى اجل مسمىٰ۔ یعنی جب انسان نیند سے اٹھتا ہے تو اس کو اپنا روح واپس دے دیا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں باطنی اور معنوی غفلت سے نکلنے کا انداز:

جب کسی کو اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کا شوق ہوتا ہے تو پہلے اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کے لیے غفلت کی گذشتہ زندگی سے توبہ تائب ہو کر اپنے باطن کو یادالہی سے بیدار کرتا ہے۔ تو شیطانی طلسم کا گرہ اس سے دور ہونا شروع ہو جاتا ہے، اس کے بعد جب ظاہری اور باطنی ناپاکی سے اجتناب شروع کرتا ہے اور یاد ربانی میں مشغول ہو جاتا ہے، تو اس کے بعد قرب الہی کے موانع ختم ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس کا دل اللہ کی یاد میں مصروف ہو کر شیطان کے دوسرے اور تیسرے سحر سے بھی نکل جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالی کا حقیقی بندہ ہو جاتا ہے۔

ظاہری حسی غفلت اور باطنی معنوی غفلت میں فرق:

پہلا فرق: آدمی جب نیند سے بیدار ہو کر ذکر وضو اور نماز پڑھتا ہے، تو اگرچہ ظاہری غفلت سے نکل آتا ہے مگر باطنی غفلت سے نکلنا صرف اس سے نہیں ہوتا، بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی نیند سے بیدار ہوتا ہے لیکن باطنی غفلت میں پھر بھی مدہوش ہوتا ہے اور ذکر کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے یادالہی سے دل غافل ہوتا ہے اگرچہ بظاہر بدن یادِ ربانی میں مصروف ہوتا ہے۔

دوسرا فرق: ظاہری غفلت یعنی نیند میں انسان کے گردن پر شیطان لمبی نیند اور رات کے طوالت کا دھوکہ دے کر اسے سلاتا ہے اور حقیقت سے غافل رکھتا ہے، مگر باطنی غفلت میں خواہشات کو ضروریات بنا کر اور مستقبل کی لمبی امیدیں اور اعمال نہ کرنے کے لیے طویل عمر کو بہانہ بنا کر پیش کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: فطال علیهم الأمد فقست قلوبهم وكثير منهم فسقون یعنی شیطان نے ان کے لیے لمبی امیدوں کی طوالت کا جھانسہ دے کر ان کے دلوں کو غافل بنا کر سخت کر دیا

اب ان میں زیادہ لوگ فاسق ہیں۔

ان دونوں فرقوں کا حاصل یہ ہوا کہ انسان عبادت میں مصروف ہو کر بھی بسا اوقات دل کی دنیا میں یادالٰہی سے غفلت ہٹانے اور قلب کو متنبہ کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کو نفسانی خواہشات اور لمبی لمبی امیدوں اور طویل زندگی میں کھو کر اللہ تعالی سے غافل رکھنے کے لیے شیطان ٹال مٹول کی پالیسی اپناتا ہے۔

شیطانی طلسم کے اس جھانسے میں بسا اوقات قبر میں پاوں رکھنے والا معمر بوڑھا شخص بھی کھیل کود اور دنیاوی عیش و عشرت کو اعمال کے مقابلے ترجیح دیتا ہے اگرچہ ظاہری آثار اس کے سامنے موت اور دنیا سے رخصتی کے ہوتے ہیں، مگر حدیث میں اس بوڑھے کے دل کو دنیا کی محبت اور لمبی امیدوں میں جوان رکھتا ہے فرمایا: لا يزال قلب الكبير شابا في اثنتين: حب الدنيا، وطول الأمل۔أخرجه البخاري۔

شیطان کے باطنی غفلت سے نکلنے کا راستہ:

قرب الٰہی کے مراتب پانے کے لیے ظاہری غفلت سے نکلنے کے ساتھ ساتھ باطنی غفلت سے باہر آنا ہی پہلا زینہ ہے، اسی حقیقت کو لے کر جب کوئی بندہ اپنے باطن کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور غفلت کی زندگی کو خیر باد کہتا ہے تو اس انسان کا دل ذکر و عبادت کے انوارات کو حقیقی طور پر قبول کر لیتا ہے اور قرب الٰہی کے مراتب کو پانے کے لیے راہِ حق کا مسافر بن سکتا ہے اس طرح 'ظاہری غفلت' سے بیداری کی طرح 'باطنی غفلت' سے بیداری کی صورت میں انسان کو روح کا حقیقی صورت دیا جاتا ہے اس کے بعد انسان ہر وقت موت کو اپنے سامنے رکھ کر دنیا سے بے التفاتی کا معاملہ برتتا ہے، جس کی وجہ سے یہ آدمی زندہ ہو جاتا ہے۔ ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی۔ایک دوسری آیت میں فرمایا: وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان

اور ایسے ہی ہم نے آپ کو اپنی جانب سے روح دے دیا حالانکہ اس سے پہلے نہ تو آپ کتاب سے واقف تھے اور نہ ایمان سے۔اور دوسری جگہ فرمایا: اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه انہی لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان رکھ دیا اور ان کی تائید جبرئیل امین روح القدس سے کی گئی۔

اسی تحقیق کی طرف علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج السالکین بین ایاک نعبد وایاک نستعین میں فصل ایاک نعبد میں کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: واول منازل العبودية اليقظة: وهو انزعاج القلب من روعة الغفلة۔ عبودیت کے مراتب میں پہلا مرتبہ غفلت سے جاگنا ہے اور وہ دل سے غفلت کی روگ کو ختم کرنے کا نام ہے۔ باطنی اور حسی بیداری کے کئی مراتب ہیں۔

باطنی بیداری کے مراتب:

باطنی بیداری میں سب سے اعلیٰ مرتبہ سید الرسل علیہ السلام کا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا ان عینی تنامان ولا ینام قلبی یعنی میری آنکھیں تو سوتیں ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا، کیونکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا دل ظاہری اور حسی غفلت کے اثرات سے بھی پاک تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا نیند ناقض وضو نہیں تھا جب کہ دیگر انسان جب سو جاتے ہیں تو ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ عام انسان نیند کی حالت میں اپنے بدن سے غافل ہو جاتے ہیں لیکن نبی کریم علیہ السلام نیند میں بھی بدن سے تو کیا اپنے رب سے بھی غافل نہیں ہوتے تھے، بلکہ ان کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں۔

باطنی بیداری میں سب سے اہم حصہ بے قراری، بے چینی، غمِ امت، حزنِ عالم اور توحیدِ ابراہیمی کی بستی میں ہر طرف کفر و شرک کا دور دورہ۔۔ نبی کریم علیہ السلام کے دل کو لوگوں سے دوری اور عزلت نشینی پر مجبور کر کے آپ کے دل کو دردِ عالم کے ذوقِ مزید کو

نکھار دینا تھا اس لیے آپ علیہ السلام کئی کئی راتیں غار حراء میں ہوتے تھے۔

سید الرسل علیہ السلام کی قلبی بیداری کا سبب:

آپ علیہ السلام کا دل نیند کی حالت میں بھی اللہ تعالی سے غافل نہیں ہوتا تھا اس کی وجہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بعثت سے پہلے اور بعد میں پاک ہونا ہے، جب کہ ایک حدیث میں فرمایا: "کہ ہر ایک انسان کے پاس شیطان ہوتا ہے لیکن مجھے اللہ تعالی نے اس پر غلبہ دیا ہے"۔

اور ظاہری اسباب کو اگر دیکھا جائے تو شقِ صدر میں شیطانی تصرفات کے حصے کو دھو کر ختم کرانا اور پہلی وحی کے دوران جبرئیل امین کی جانب سے نبی کریم علیہ السلام کو اپنے قریب کرکے آپ کے بدن مبارک کو زور دے کر "اقرأ" کا مطالبہ کرنا اس کا بنیادی عنصر ہے، جیسا کہ حدیث میں فرمایا: جاء جبرئيل فغطني ثم أرسلني حتى ظننت أنه الموت یعنی جبرئیل نے مجھے اپنے قریب کرکے اپنے جسم کو میرے جسم سے ملایا اور زور دے کر پھر اپنے جسم کو مجھ سے دور کرکے چھوڑ دیا، یہاں تک کہ مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ پھر کہا "اقرأ" یعنی پڑھو تو میں نے کہا کیا پڑھوں فضمني ثم كشطه عنه ان الفاظ کی زیادتی ابن اسحق کی روایت میں ہے۔ اس حدیث میں 'کشط' کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور 'کشط' کہتے ہیں اونٹ کی کھال کو اس کے گوشت سے جدا کرنا۔ واذا السماء كشطت یعنی آسمان کا چھلکا کائنات کے نقشے سے زور کے ساتھ کھینچنا۔

اس تناظر میں ثم كشط عنی کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت جبرئیل کا جس طرح جسم میرے جسم سے مل جاتا اور پھر جدا ہوتا ایسے ہی آپ کے باطنی اور معنوی احساسات کے ساتھ بھی حضرت جبرئیل کے باطنی و معنوی احساسات مل کر زور پکڑتے اور پھر یکدم تیزی سے جدا ہو جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے نبی کریم علیہ السلام ہر مرتبہ دوبارہ ملنے کی

خواہش کرتے ہوئے فرماتے "ماذااقرأ" تو جبرئیل امین پھر ملاتے اور کہتے "اقرأ"۔۔اس دوران نبی کریم علیہ السلام کو موت کی سی حالت محسوس ہونے لگی اور گویا دنیا سے رخصتی قریب ہوگئی،اسی صورت حال نے کامل حیات کادرس دے کر باطنی بیداری کی تسلسل کی انتہافرمادی اور آپ پر پہلی وحی اتری۔یعنی ظاہری اسباب کے درجے میں جبرئیل امین کی طرف سے زور دے کر ظاہری اور باطنی حیات کے لیے اور وحی کے کمالات کے ادراک کو کماحقہ پانے کے لیے یہ ترتیب ربانی نظام کا حصہ تھی۔اس وجہ سے فرمایا:وان كنت من قبله لمن الغافلين یعنی جبرئیل کے ان تین مرتبہ ظاہری اور باطنی زور کے بعد امت کا غم اور وحی کو لوگوں تک پہنچانا آپ کا مقصد حیات بن گیا اور اس کے بعد آپ علیہ السلام کا خواب بھی بیداری والا بن گیا کہ آنکھیں تو سو رہی ہوں گی مگر دل باقاعدہ جاگتا رہا ہے کیونکہ آپ کا روح اب ہمیشہ کے لیے جاگ گیا تھا۔

چونکہ مردے بھی غفلت سے بیدار ہونے کے لیے قبر کے جھٹکے اور زور سے ظاہر و باطن کو ملانے کے محتاج ہوتے ہیں،تاکہ باطنی تصرفات، سزاؤں کا احساس اور جنتوں کے لذتوں کا ادراک کرسکیں، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے: الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا کہ سارے لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب مر جائے تب زندہ ہو جاتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مردوں کو کون سی چیز زندہ کراتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں قبر کے جھٹکے اور وہاں کا زور بیدار کراتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ابن حبان اور طبرانی نے نقل کیا ہے کہ للقبر ضغطة لو نجا لنجا منها سعد بن معاذ قبر میں ہر شخص کو زور کا جھٹکا اور باہمی ملاپ کا سامنا کرنا ہوتا ہے اگر کوئی اس سے بچ سکتا تو سعد بن معاذ ضرور اس سے نجات پاتا، مگر سعد بن معاذؓ بھی چونکہ اس سے نہیں بچ سکا لہذا اس جھٹکے

سے دنیا بھر میں کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔

کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول کے مرضی کے مطابق بروقت حق اور سچ فیصلوں کی وجہ سے بیداری کا ثبوت دے کر انہوں نے یہ مرحلہ طے کیا تھا۔تاہم یہ بیداری مطلوبہ اخروی مراحل کی بیداری کے نصاب سے کم تھی اس لیے سعد بن معاذؓ کو بھی قبر کے جھٹکے کی ضرورت ہوگی۔چونکہ آپ علیہ السلام کو پہلی وحی میں تین جھٹکے دیئے گئے اس وجہ سے آپ علیہ السلام کی بیداری دنیا قبر میں جٹکا لگنا کے بعد ملنے والی بیداری کے مقابلے تین گنا زیادہ تھی۔نبی کریم علیہ السلام کی یہ بیداری موت کے بعد بھی میدان محشر کے لیے قبر سے اٹھتے وقت صور پھونکنے کے بعد بھی محسوس ہوگی، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا: لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى ؛ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللَّهُ "

مجھے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پسندیدہ شخصیت مت کہو، کیونکہ پہلی بار صور پھونکنے کے وقت سب لوگوں کے ساتھ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا، لیکن جب دوبارہ اٹھنے کے لیے صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے بے ہوشی سے اٹھنے والا انسان میں ہی ہوں گا لیکن جب میں اٹھ کر کھڑا ہو جاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کے پاؤں پکڑے ہوئے ہوں گے اب مجھے آگے یہ بات معلوم نہیں کہ آیا موسیٰ علیہ السلام کو مجھ سے پہلے بے ہوشی سے افاقہ ہوا، یا پھر ان کو کوہِ طور میں بے ہوشی کے بدلے پہلی صور کی بے ہوشی سے نجات مل گئی۔

اس حدیث میں واضح فرمایا کہ نبی علیہ السلام کو جبرئیل امین سے ملنے والی زور کے جھٹکوں کی وجہ سے دنیا بھر کے تمام انسانوں میں بیداری سب سے زیادہ ہوئی، اس وجہ سے حشر میں پہلے اٹھنا نصیب ہوگا لیکن آپ کی بیداری کے مقابلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیداری

سب سے زیادہ ہو گی کیونکہ دوبارہ صور پھونکنے کے بعد آپ سب سے پہلے اٹھیں گے لیکن آپ سے پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام اٹھ چکے ہوں گے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر جو جھٹکا دیا گیا اس کی وجہ سے آپ کے باطنی احساسات میں حد درجہ بیداری آئی ہوئی تھی، جس کی وجہ آپ کو میدان محشر کے احساسات کو قبول کرنے کے لیے صورِ اسرافیل کی ضرورت نہ ہو گی، یا پھر آپ کو نبی علیہ السلام سے پہلے ہی افاقہ نصیب ہو چکا ہو گا کیونکہ آپ کی بیداری میں کوہِ طور کے جھٹکے نے کافی حد درجہ کمال کیا تھا۔

اور اس کی وجہ یہ بنی کہ جب تجلی پہاڑ پر آ گری، تو اس کی ہیبت اور بوجھ کی وجہ سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہموار زمین کی طرح ملیامٹ ہو گیا۔ موجودہ دور میں زوردار ٹیکنالوجی کی وجہ سے بھی بیک وقت پہاڑ کو اگر بم وغیرہ سے توڑا جائے تو آنکھوں سے نظر آتا منظر اور کانوں سے سننے والا شور در حقیقت قیامت کا سماں پیش کرتا ہے اور اس صورت میں پہاڑ کا چھوٹا سا حصہ ٹوٹ کر آدمی دم بخود رہ جاتا ہے، لیکن موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پورا پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا، تو اس کا منظر کتنا ڈراؤنا، مہیب اور اس دوران نکلنے والی آوازیں کتنی خطرناک ہوں گی۔

اسی منظر کے بارے میں فرمایا: فخر موسى صعقا۔۔فلما افٰق قال سبحانک انى تبت اليک وأنا أول المومنين۔ لیکن یہ ایسا افاقہ تھا جس کے بعد کبھی آپ کا دل نہ سویا اور میدانِ محشر تک یہ بیداری جاری رہی۔

اس سے ثابت ہوا کہ انبیائے کرام میں بھی بیداری کے مختلف مراتب ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور نبی علیہما السلام کے درمیان اس حدیث سے واضح ہوتا ہے، تو ان کے علاوہ دیگر انسانوں میں بیداری اور غفلت کے درجات بطریقِ اولی متعدد ہوں گے۔

عبودیت کے اعلیٰ مراتب کا حصول زندگی کے مصائب سے ہوتا ہے:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ أشد البلاء على الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل کہ سخت

سے سخت مصیبتیں انبیائے کرام پر آتی ہیں، ان کے بعد جو جتنا ان کے مشابہہ ہو گا، اتنی ہی مصیبتیں ان پر اتریں گی۔ چنانچہ عام انسانوں کو دورانِ زندگی پیش آمدہ واقعات اور رونما حالات ہی انسان کے احساسات میں غفلت یا بیداری کا سامان فراہم کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنی مصیبت زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی احساسات کی بیداری میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں تنعم پرستی، عیش رسانی، ناز و نعمت انسان کو باطنی غفلت کے قریب اور قلبی بیداری سے دور کرتی چلی جاتی ہے۔

اسی تناظر میں سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یتیم پیدا ہونے والے بچے کی ماں اس کے چھ سالہ عمر میں اور دادا آٹھ سالہ عمر میں فوت ہوئے اور دعوت کے پہلے ہی دن دونوں بیٹیوں کو اپنے ہی چچا کی جانب سے طلاق دلوائی گئی اور ایمان لانے والے ساتھیوں کی عذاب اور سزاؤں کی سختیاں، مدینہ میں تکالیف کی سخت چکی اور بدر کا کامیاب معرکہ مگر چودہ ۱۴ صحابہ کرام کی شہادتیں، احد میں ستر ۷۰، بئر معونہ میں اسی ۸۰ شہادتیں اور ان کے علاوہ کئی ایسی لازوال داستانیں ہیں، جن سے نبی علیہ السلام کے احساسات میں بیداری حالات کے جائزے میں دقت بیدار مغزی اور بروقت مثبت اور دور رس نتائج پر مبنی فیصلے اٹھانے کا درس ملا اور جذباتیت سے ہٹ کر ہوش ربا تدابیر نے جنم لیا، جن سے آج تک مسلمانوں کا تاریخ تابندہ ہے۔

مسند احمد کی روایت میں سیدہ عائشہ فرماتی ہے کہ نہ دیکھتے ہوئے بھی میں اپنے گھر میں بیٹھ کر ابو بکر اور عمر کے رونے میں فرق محسوس کر سکتی تھی اور جب پوچھا گیا کہ نبی کریم علیہ السلام کا رونا کیسا تھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ بالکل دنیاوی باتوں پر نہیں روتے تھے لیکن جب آپ غمگیں ہوتے، تو اپنی داڑھی پکڑتے۔

نبی کریم علیہ السلام اور اہل بیت کی تکالیف کا بیداری قلب پر اثر:

دین اسلام کے لیے سب سے زیادہ سختیاں اہل بیت نے جھیلیں، ان سے زیادہ کسی دوسرے خاندان نے تکالیف نہیں اٹھائیں، خاندان الرسول کی ابتداء سیدنا ابراہیم سے ہوئی تو اس وقت سے ہوش ربا مصیبتوں، نومولود سیدنا اسماعیل اور اس کی ماں کی جدائی اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا اور پھر سیرت طیبہ میں وقوع پذیر حالات جس کے بعد اسلام کی بنیادیں راسخ ہوئیں لیکن پھر بھی خاندان الرسول کی عزت کرنے کے بجائے جلاوطنی، ظلم و ستم کا سامنا کرنا اور قتل و قتال کا نشانہ بننا ان حضرات کے نصیب میں رہا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں منقول ہے۔

نبی علیہ السلام کی یہ پیشن گوئی واقعہ کربلا اور اس کے بعد سیدنا امام زیدؒ، امام محمد بن عبداللہ نفسذکیہؒ اور ان کے بھائی ابراہیمؒ کے ساتھ ہونے والے ظلم میں پوری شدت کے ساتھ واقع ہوئی۔ مگر ان تمام حادثات میں واقعۂ کربلا ظلم ستم کی پہلی داستان تھی جس نے اہل بیت میں سے صرف ایک بچنے والے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ کو تقویٰ اور للہیت کا وہ اعلیٰ مقام عنایت کیا جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

ہر وقت رونا اور عبادت کے دوام کے بارے میں جب پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ نے فرمایا حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک بیٹا گم ہو گیا تھا اور اس کی یاد میں آپ کی آنکھیں رو رو کر سفید ہو گئی تھیں اور مجھے تو اس معرکہ کربلاء کے دن بخار تھا جس کی وجہ سے کمزوری اور ضعف بہت زیادہ تھی اور میں اپنی پھوپھی کی گود میں تھا، عمر اس وقت میری چودہ سال کے لگ بھگ تھی اور باپ بھائیوں اور چچا زادوں کا میرے سامنے شہید ہو جانا یہاں تک کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی معاف نہ کرانا ایک ظلمِ عظیم تھا جس نے میری بیرونی احساسات اور باطنی و معنوی بیداری کے ساتھ عبادت اور یادِ الہی کے لیے ایک باب کی حیثیت ادا کر

دیا۔ لہذا مظلومیت کی بناء ہر عام وخاص کا دل اہل بیت سے نبوی محبت کے علاوہ مظلومیت کی بناء پر بھی ہمدردی کا درس دینے لگا۔

خاندان اہل بیت میں امام مہدی اور ان کے اہل وعیال پر بیتی ظلم کی داستان:

ایک حدیث میں منقول ہے کہ اہل بیت میں امام مہدی کے سب خاندان والے چھوٹے بڑے سب کے سب اس وقت کے ظالم بادشاہ کی طرف سے قید وبند کی صعوبتیں جھیلنے اور مختلف النوع مصائب کا سامنا کریں گے۔مزید یہ بھی حدیث میں ہے کہ آلِ محمد علیہ السلام میں ہر چھوٹے بڑے، مردوعورت اور بوڑھوں وغیرہ سمیت سب کو قید کیا جائے گا اور کسی ایک کو بھی باہر نہیں چھوڑا جائے گا۔ [الفتن لنعیم بن حماد، رقم:۹۲۳،ج ا ص ۳۲۳]

پوری اسلامی تاریخ میں حقیقی مہدی کی انوکھی نشانی:

اس حدیث سے بھی وہی بات معلوم ہوتی ہے کہ شاید امام مہدی کے دیگر اوصاف کے علاوہ یہ ایک وصف امتیازی ہوگی جس میں اپنی اور اہل وعیال وغیرہ کے ظلم برداشت کرنے کی وجہ سے امام مہدی کے باطنی احساسات میں بیداری اور تیقظ کا سامان مہیا ہوگا۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ امام مہدی اور اس کا ساتھی موقع پاکر بھاگ جائیں گے، مگر امام مہدی کا ساتھی گرفتار ہو کر قتل کر دیا جائے گا۔اور ایک حدیث میں ہے کہ اسے زہر دے کر شہید کیا جائے گا۔ جب ایک دوسری روایت میں امام مہدی سے متعلق بھی یہ واقعہ آیا ہے کہ انہیں زہر دینے کے بعد بھی نجات مل جائے گی۔ تاہم خاندان کے افراد کی گرفتاری، شیر خوار بچوں کا قید وبند اور ان کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کا غم ایک ایسا وصف ہوگا جس کی وجہ سے امام مہدی کی باطنی غفلت ختم ہو کر ظاہری اور باطنی بیداری کی وجہ سے نہایت اعلیٰ مقام پائیں گے۔ مظلومیت کی اس انتہا میں آسمانوں پر بھی آل محمد کی ظلم کی داستان پہنچ کر وہاں بھی شور برپا ہوگا۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ مظلوم کی آہ آسمانوں سے اوپر عرش تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ فرماتے ہیں کہ میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد کیوں نہ ہو۔

چنانچہ فرمایا: بعزتی وجلالي لأنصرنک ولو بعد حين۔

یعنی میری عزت اور میری جلال کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ زمانے بعد کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فرمایا کہ جس نے مظلوم کی مدد کی اس نے اللہ اور اس کے دین کی مدد کی اور جس نے مظلوم کو بے یار و مددگار چھوڑا تو اس نے اللہ اور اس کے دین کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ذلیل کرنے کی کوشش کی۔

مگر اس ظلم کی وجہ سے مظلوم کا نفس بیدار ہو جاتا ہے اور اس کی ہمت کو مزید جلا بخش کر لوگوں کو بھی ان کے جذبۂ ہمت کی وجہ سے بہادری اور حماسیت کا درس بنتا ہے۔ اسی وجہ سے نعیم بن حماد کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ سے منقول ہے کہ جب آسمان سے امام مہدی کے حق میں آوازیں آئیں گی، تو اس کے بعد لوگوں کے دلوں میں امام مہدی کی محبت گھر کر جائے گی اور اس کے بعد زبانوں پر صرف اس کا تذکرہ ہو گا۔

آسمانی آواز سے مراد مظلوم کی آواز کا عرش تک پہنچ جانا اور اللہ تعالی کا اپنی عزت و جلال کی قسم اٹھانا کہ میں ضرور مظلوم کی مدد کروں گا چنانچہ یہی وہ مدد ہو گی جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آل بیت کی محبت اور ان کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑا ہونا ہی درحقیقت ندائے سماوی ہو گی۔ چنانچہ لوگ امام مہدی کا مطالبہ کریں گے کیونکہ مظلوم کی فریادرسی اور اس کی مدد کے لیے ہمدردی کا اظہار کرنا اور نصرت کے لیے ہر قربانی کو تیار ہونا اللہ تعالی کی مدد ہے۔ ایسے ہی انٹرنیٹ پر بھی ندائے سماوی کا اطلاق ہو سکتا ہے، جس میں مختلف پرگراموں میں امام مہدی کی مظلومیت اور ان کے اہل و عیال کی پکڑ دھکڑ وغیرہ ایسے امور ہیں، جو ندائے سماوی میں شامل ہیں۔ یہی ظلم و ستم کی داستان اور لوگوں کا مددگار بننا ہی امام مہدی

کی روح کی بیداری میں ترقی اور مزید عمق پیدا کرے گا۔

ظہورِ مہدی اور بعثتِ موسوی علیہ السلام میں ظاہری مشابہت:

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی کی جانب سے مہدویت کا دعویٰ مستقل طور پر اپنی جانب سے نہیں ہو گا بلکہ اس زمانے کے ظالم بادشاہ کی جانب سے اپنی کرسیٔ بادشاہت کے ڈر کی وجہ سے امام مہدی کو اپنے لیے اور اپنے خاندان کی بادشاہت کے لیے ایک عظیم خطرہ محسوس کریں گے، جس کے بعد امام مہدی کے اہلِ خاندان کو گرفتار کریں گے۔

یعنی امام مہدی کی تشہیر میں سب سے زیادہ کام امام مہدی کے مخالف بادشاہ کی شدتِ ظلم سے اٹھنے والی آوازوں کی صورت میں اٹھ کھڑا ہو گا، پیدائشی اوصاف کی وجہ سے ظالم بادشاہ اور اس کے کارندے امام مہدی پر اس وجہ سے ظلم کریں گے کہ اس میں کیوں علاماتِ مہدویت مکمل ہیں، حالانکہ ان علامات کی پہچان دور دور لوگوں کی نظر سے روپوش ہو گی اور جب ظالم بادشاہ کا اہلِ بیت پر اس قدر شدید ستم لوگ دیکھیں گے، تو اس کے بعد مخالف بادشاہ کی زبردستی کی بناء پر لوگوں کا رخ امام مہدی کی علامات اور اس شخصیت کی طرف ہو جائے گا، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ربانی ہے ونری فرعون وهامان وجنودهما منهم ما كانوا. يحذرون۔ یعنی جس طرح فرعون ہامان اور ان کے لشکر کو جس چیز کا خوف صدیوں سے اندر اندر کھا رہا تھا، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بچہ پیدا ہو کر فرعونی بادشاہت کے خاتمے کا سبب بن جائے، لیکن بعد میں وہ آنکھوں دیکھا حال بن کر سامنے آیا۔

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے برسوں پہلے اسی موسیٰ علیہ السلام کی خاطر بچوں کو قتل کرنا، اس ڈر کی وجہ سے تھا جس میں فرعونی بادشاہت کا خاتمہ مضمر تھا، فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اس کو اتنی توجہ دینے کی وجہ سے بنی

اسرائیل میں مظلومیت سے نکلنے کی انگڑائیاں اٹھنے لگی۔

اور پھر قبطی کے قتل کے بعد دربارِ فرعون میں موسیٰ علیہ السلام کا ہم خیال نکل آنا اس کے بعد ملک چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کا واپس نبوت وہدایت کا چراغ لاکر فرعونی طلسم اور ان کے سحر کے ایوانوں کو چیلنج کرنے کے بعد... بنی اسرائیل تیاری کے آغوش میں آنے لگے۔

اسی طرح امام مہدی اور ان کے اہل بیت کو صرف اس وجہ سے گرفتار کرنا کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں اور اس کے خاندان میں ایک شخص کا نام محمد بن عبداللہ، ماں کا نام آمنہ اور دیگر علامات پورے ہیں۔ تو یہ داستان امام مہدی کے موضوع سے واقف افراد کے لیے سامانِ عبرت اور تیاری کا مواد فراہم کرنے میں اسی طرح مدد دے گی جس طرح فرعون اور اس کے لشکر کی مخالفت نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد مہیا کر دیا۔

امام مہدی کا وصف امتیازی ایک نظر میں:

پوری اسلامی تاریخ میں نبی کریم علیہ السلام کے بعد اب تک کوئی ایک شخص ایسا موجود نہیں جس نے مہدی ہونے کا دعوی کیا یا اس کو مہدی کہا جانے لگا یا پھر اس کے بارے میں مہدی ہونے کا گمان کیا گیا اور اس میں یہ صفت موجود ہو۔ نہیں ہر گز یہ صفت نہیں ملتی۔ امام مہدی کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئی ان میں اسماعیل المقدم کی کتاب "المہدی" میں پوری تاریخ اسلامی میں تمام مدعیانِ مہدویت اور "منسوب الی المہدویت" کو جمع کیا گیا، مگر یہ صفت کسی ایک میں بھی نہیں ملتی۔

اسی وجہ سے اگر امام مہدی کے اوصاف پر متصف لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے، تو ان سب میں یہ صفت حقیقی مہدی کے علاوہ کسی میں نہیں ہو سکتا کہ اس کے اہل وعیال میں چھوٹے بڑے، مرد عورت، شیر خوار اور بوڑھے سب کے سب کو صرف اس

وجہ سے پکڑا ہو کہ اس خاندان میں ایک فرد ہے جس میں امام مہدی کے اوصاف پورے پائے جارہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ولایت کبریٰ کا یہ مقام امام مہدی کے زمانے میں صرف امام مہدی کو ہی حاصل ہو گا، کیونکہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ جو جتنا منہج اور رشتے کے اعتبار سے قریب ہو گا، اتنا ہی اس پر زیادہ سختیاں اور مصائب آئیں گے اور ان مصائب کی وجہ سے اسے مہدئ لغوی کا مرتبہ حاصل ہو گا پھر اس کے بعد مہدئ اصطلاحی کے مرتبے پر فائز ہوں گے، اس کے بعد اگر علاماتِ زمانیہ، مکانیہ، شخصیہ، کونیہ، سیاسیہ اور شرعیہ پوری ہو جائیں اور علمائے کرام امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں، جس میں بیعت میں زور و جبر، خونریزی اور زبردستی نہ ہو، بلکہ اس کے بغیر یہ معاملہ پائے تکمیل تک پہنچے گا تو ہم کہیں گے کہ یہ شخصیت امام مہدی ہیں۔

مہدئ موعود کی اولین شرط ایمان کی تکمیل: امید اور خوف

امام مہدی ہونے کے لیے صرف تل کا نشان یا دانتوں کے درمیان فاصلہ کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قوی ایمان کا ہونا ایک لازمی چیز ہے کیونکہ اس کے بغیر عام مومنوں کو کامیابی نہیں مل سکتی چہ جائیکہ امام مہدی اس کے بغیر مہدی بن جائے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دینِ اسلام میں ظاہری رنگت اور علاماتِ شخصیہ کی وجہ سے کامیابیوں کے وعدے نہیں، بلکہ حقیقی وعدے باطنی صفات کے ساتھ ساتھ جب امام مہدی میں ظاہری علامات موجود پائے جائیں تب امام مہدی 'کامل مہدویت' کے مرتبے پر فائز ہوں گے۔اور انسانوں میں ہدایتِ کاملہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو ملتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی حضرات کو منہجِ حق اور اسوۂ حسنہ قرار دیا اور فرمایا: فبھداھم اقتدہ یعنی انہی کی راہ پر چل کر ہدایتِ کاملہ حاصل ہو سکتی ہے۔

اور ایمان کی تکمیل میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ امید وخوف کا بنیادی عمل دخل ہے، اسی عنصرِ ایمانی کی محنت مکی دور میں نمایاں طور پر کی گئی کہ پیغمبر علیہ السلام کے ذمے تبلیغِ رسالت ہے اور بس۔ آگے لوگ قبول کریں یا نہ کریں: فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب ایسے ہی فتح وکامیابی کی آرزو بھی چونکہ دعوتِ رسالت میں مانع ہوسکتی تھی، اسی وجہ سے کئی آیات میں آپ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سے ان کی نفی کی گئی، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ان امور کی تفصیلی تشریح کی گئی۔

ان مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی علیہ الرضوان امید اور خوف کے عالی مقام پر پہنچ کر ان کے دل میں یہ ایمانی حلاوت ایسی رچی بسی ہوگی کہ صراطِ مستقیم کی ہدایت، گناہوں کی مغفرت، مسلمانوں کی کامیابی، اسلام کی فتح اور کفار کی شکست ہی ان کے ذہنی سوچ کی دنیا ہوگی، جیسا کہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیات میں ہیں، مگر یہ امید رحمتِ خداوندی سے لگی ہوگی کہ شاید میں اور میری جماعت حق پر ہوں، کیونکہ ہم شریعت کے دائرے میں رہ کر اپنی شخصیت کے لیے نہیں لڑرہے، بلکہ حق کی سربلندی کے لیے کوشش کررہے ہیں، یہ کشمکش انہیں ثابت قدمی عطا کرے گی، اور یہی ارشادِ ربانی کا حاصل ہے: وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ۔ یعنی یہ سوچ لاحق ہوگا کہ شاید مہدی ہو اور یہ طمع اللہ تعالی کی رحمت سے منسلک ہوگا۔ لیکن اسی لمحہ عذاب الہی اور غضبِ ربانی کا خوف بھی دامن گیر ہوگا، کیونکہ مخالفین ہر قسم کے شبہات کا تانتا باندھتے رہتے ہوں گے اور شیطانی وساوس کی مدد سے ہر آن مختلف اعتراضات سے حق کو باطل کے ساتھ ملاملا کر پیش کریں گے، لہذا راہِ حق سے منحرف ہونے کا ڈر پیوست رہا ہوگا کہ شاید نصرتِ الہی نہ ملیں اور ہم ہلاک ہوجائیں یہی خوف کامل ایمان کا خاصہ ہے، فلا يامن مكر الله الا القوم الخاسرون۔

ایمان کی یہ صفت صرف امام مہدی کی خاصیت نہیں، بلکہ صراطِ مستقیم اور ہدایتِ کاملہ کے

ہر طلب گار کے لیے یہ حالت ہونالازمی ہے، چنانچہ فرمایا:(يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ)بلکہ بعض آیات میں اس صفتِ ایمانی کے بارے میں حکم دیا، فرمایا: (وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا) حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام جیسے عالی المرتبت شخصیات کے لیے بھی اسے لازمی قرار دیا۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے: (إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ)

اس سے معلوم ہوا کہ امید اور رجاء کے بغیر خوف رکھنااللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی اور قنوط ہے، جب کہ امید بغیر خوف کے اللہ تعالیٰ کے غضب سے امن اور بے جاتمنار کھنے کی نشانی ہے اور اس کی دلیل واقعہ طائف میں آپ ﷺ کی وہ دعا ہے جو صحیح مسلم کی روایت میں ہے:(اللهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَمِنْ عُقُوبَتِكَ)جب نبی کریم ﷺ کا یہ حال ہے تو دوسری شخصیت چاہے امام مہدی ہو یا کوئی دوسرا، سب کو اس صفت کے ساتھ متصف ہونالازمی ہے، کیونکہ یہ ایمان والوں کی صفت ہے۔

ارشادربانی ہے:(أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ)جب کسی شخصیت میں یہ صفت اور اس کے ساتھ دیگر تمام روحانی اور شخصی اوصاف کے ساتھ ساتھ، خراسانی سیاہ جھنڈوں کے ساتھ تعلق، گھر بار، اہل وعیال کا جیل میں جاناوغیرہ صفات پائی جاتی ہوں، مگر ان تمام کے باوجود اس کے لئے مہدی ہونے کا دعوی کرناغلط اور امام مہدی کے شان کے بالکل برعکس ہے۔

اسی طرح اپنے بارے میں نبی کریم ﷺ کی یہ پیشن گوئی بطور دلیل بیان کرنا بھی درست نہیں کہ میں ہی جنت کے سرداروں میں سے ہوں گا، کیونکہ یہ بات غرور اور عجب کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے بالخصوص بیعت سے پہلے یہ معاملات امام مہدی میں نہیں ہوں گے۔ اور بیعت کے بعد بھی یہ امید رکھیں گے کہ شاید میں ہی امام مہدی ہوں، لیکن اس کے ساتھ

ساتھ خوف بھی لاحق ہو گا۔

امام مہدی کا بیعت سے پہلے امام مہدی مبہم کی بیعت کی طرف دعوت:

مگر ان تمام تحقیقات کے بعد یہ بات بھی جاننی ضروری ہے کہ کوئی بھی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی، جب تک اس کی کامیابی کے بارے میں خود جدوجہد کرنے والوں کو کامل یقین نہ ہو اور اپنی اس جدوجہد کے بارے میں اطمینان کے ساتھ دن رات محنت اور لوگوں کو اس منہج کی طرف باقاعدہ دعوت نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ نظریہ بھی ہو کہ إن العاقبة للمتقين کہ انجام کار کامیابی متقین کے لیے ہے اور یہ فرمان ذہن میں ہو وكان حقا علينا نصر المومنين کہ ہمارے ذمہ مومنوں کی نصرت ومدد لازم ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد ربانی ہے: قل يقوم اعملوا على مكانتكم إنى عامل فسوف تعلمون من تكون له عاقبة الدار إنه لا يفلح الظالمون۔ ترجمہ: اے محمد آپ ان سے کہہ دیجیے اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، اور میں بھی اپنا عمل کرتا ہوں گا۔ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا آخرت میں بہترین انجام کس کا ہے، بلاشبہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ نصرت اس کی شخصیت کے ساتھ ضرور ہو گی اور کامیابی اس کی زندگی میں آئے گی اور اسی کے ساتھ اللہ کی نصرت و مدد ہو گی، یہ نظریہ درست نہیں۔ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على مفارقة العرب كافة وعلى قتل الاشراف والاخيار، وان تعض على السيوف، فقلنا: ما لنا يا رسول الله، قال : الجنة، فقلنا ربح البيع لا نقيل ولا نستقيل۔ ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر

تمام عرب و عجم سرخ وسیاہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں مکمل بائیکاٹ کا یہ بیعت کیا ہے کہ تلواروں کو مضبوطی سے تھام کر سب کے سب حتی کہ اشراف اور بہترین لوگ بھی اس راستے میں قتل ہو سکتے ہیں، ہم نے کہا کہ اس کے بدلے ہمیں کیا ملے گا آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ اس کے بدلے جنت ملے گا، ہم جواب دیا کہ یہ بیع نفع بخش ہے اس کو نہ تو چھوڑیں گے اور اس سے رو گردانی کریں گے۔ جب انصار میں سے ہر شخص کامیابی کی امید کریں گے تو یہی امید ہے اور ہم میں سے ہر شخص کا یہ گمان ہو کہ کہیں ہم الٹے پاؤں نہ پھر جائے اور ہمارا انجام خراب نہ ہو، چاہے فتح ہمیں نصیب ہو نہ ہو۔ ومن جاهد فانما يجاهد لنفسه ان الله لغنى عن العلمين۔ جب دنیا میں کامیابی کی امید پر جزم و یقین کرنا درست نہیں تو ایسے ہی آخرت کے بارے میں اپنی کامیابی کا یقین کرنا بھی صحیح نہیں۔ لہذا ایک عام مسلمان کی طرح ان صفات کا امام مہدی جیسے کامل انسان میں ہونا بطریق اولی ضروری ہے۔

امام مہدی کے لیے بیعت سے پہلے مہدی بننے کی خواہش رکھنا؟

ان تمہیدات کی روشنی میں اس سوال کا جواب بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے لیے کیا امام مہدی "مہدی" بننے کی خواہش رکھنا درست ہے یا نہیں؟

اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ ایمان کے اس اہم جزء یعنی امید اور خوف کے درمیان رہتے ہوئے اپنے لیے امام مہدی بننے کی خواہش دل میں رکھنا، خود اپنے لیے ہدایت کی دعا مانگنا، اپنے اندر اوصاف پاتے ہوئے ان صفات کی مضبوطی اور ان پر دوام کی دعا مانگنا کوئی خلاف شرع بات نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ خدا پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں۔ اور ہم امید رکھتے ہیں

کہ پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا۔

بیعت سے پہلے امام مہدی کے لیے مہدویت کی دعوت:

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب امام مہدی کے لیے اپنے دل میں امام مہدی ہونے کی خواہش رکھنا درست ہے اور ان کے لیے یہ طمع رکھنا بھی جائز ہے اور اپنی استعداد مہدویت کے بارے میں دعا کرنا اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنا بھی جائز ہے، تو کیا اس محنت کے لیے دوسروں کو دعوت دینا یا انہیں اس محنت میں شریک کرنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ درحقیقت امام مہدی اپنے مہدویت کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے اور جس چیز کی دل میں خواہش اور لب پر اس کی دعا ہے، لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دے رہا ہے، حالانکہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کے لیے امامت کی تمنا اور دعا کر سکتے ہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دے سکتے ہیں جیسا کہ فرمایا واذا ابتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عهدی الظالمین۔ تو امام مہدی کا اپنے لیے ہدایت مانگنے اور استقامت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق طلب کرنے میں کیا حرج ہے؟

جب کہ امامت کے اس عہدے کے لیے حضرت موسی علیہ السلام اپنے بھائی کے لیے جب دعا مانگ کر اللہ تعالی سے گڑگڑا سکتا ہے، تو امام مہدی اپنے لیے اور اپنے انصار کے لیے کیوں نہیں مانگ سکتا جیسا کہ موسی علیہ السلام نے فرمایا: واجعلنی وزیرا من اهلی هرون اخی۔ اور سلیمان علیہ السلام نا قابل تسخیر اور نایاب بادشاہت مانگ سکتا ہے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے کر اپنے مخالفین کے خلاف کاروائی کر سکتا ہے تو امام مہدی ایک شرعی اور جائز کام کے لیے کیوں دعوت نہیں دے سکتا کیونکہ مہدویت کی صفات

"خلقی طور پر" ان میں پیدا ہوئیں امام مہدی کا اگرچہ اپنے اوپر جزم ویقین نہیں ہوگا کیونکہ ایسا یقین رکھنا جائز نہیں، لیکن مہدویت کی دعوت کا مقصد اگر یہ ہو کہ لوگ اس موضوع کی طرف راغب ہو جائے، تو اس میں کیا حرج ہے؟ کیونکہ امام مہدی کے بارے میں عقیدہ رکھنا تو امت کا نظریہ ہے اس وجہ سے اس متواتر عقیدے کی طرف اگر امام مہدی خود دعوت دیں، تو یہ بات نہ شرعاناجائز معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی عقلا مخالف قیاس ہے کیونکہ امام مہدی امت محمدیہ کے متواتر عقیدے کا پابند ہوگا، تو اس کی طرف دعوت دینا ایک بدیہی امر ہے۔

جب کہ یہ گمان بھی ہو کہ شاید میں امام مہدی نہ بنوں اور اسی وجہ سے مہدی مقرر ہونے سے چھپتا بھی پھرے اور انکار بھی کرے کہ اس عہدے کے لیے ان اوصاف پر متصف مجھ سے اہم شخصیت مل جائے تو وہی افضل ہوگا۔ تو اس عقیدے کے ساتھ مہدویت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں شرعی، اخلاقی اور سیاسی طور پر کوئی برائی نہیں۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا بھر میں علماء کرام کے فضائل علماء کرام ہی بیان کرتے ہیں تو کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو اپنی عزت کے لیے لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ بلکہ شرعی اعتبار سے یہ علماء کی اہم ذمہ داری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس موضوع کے دوسری جانب اگر ہم دیکھ لیں اور یہ فرض کر لیں کہ امام مہدی کے لئے خود اس موضوع کی طرف دعوت دینا درست نہیں تو اس بات کا جواب دینا لازم ہے کہ امام مہدی کے بارے میں یہ بات کہاں لکھی ہے کہ وہ مہدویت کی دعوت نہیں دیں گے حدیث، یا آثار صحابہ یا اقوال تابعین، یا شروح حدیث یا اقوال علماء یا ائمہ اربعہ کے اجتہادات یا صوفیا کے کشف وکشوف وغیرہ سے کہیں بھی ایک روایت ہماری قاصر نظروں سے نہیں گزری جس میں اس دعوت کی ممانعت منقول ہو۔

نیز عقل کا تقاضہ بھی یہ نہیں کہ امام مہدی صاحب اپنے اندر صفات مہدویت دیکھ کر ایک غار کے اندر گھس جائے یا کہیں روپوش ہو جائے کیونکہ اگر باہر نکلے اور لوگ اسے دیکھ لے تو کہیں گے کہ یہ بیعت کے دوران مکہ اس لیے آیا کہ شاید مجھے خلیفہ منتخب کیا جائے اور یہ خواہش رکھنا جرم ہے لہذا ایسی شخصیت کی بیعت نہ کی جائے کیونکہ اگر بالفرض امام مہدی نے بیعت سے پہلے مہدویت کا درس دیا ہو، تو اب اس کی بیعت درست نہیں، لہذا اس عقیدے کے تناظر میں امام مہدی کو یہ مشورہ دینا چاہیے کہ آپ نہ تو مہدی سے متعلق درس دیں اور نہ مکہ میں چلیں پھریں، وگرنہ پھر آپ مہدی بننے کے اہل نہیں ہوں گے ؟!۔

اور یہ بھی ہے کہ امام مہدی اور ان کے اصحاب کو چاہیے کہ امام مہدی کو زیادہ پریشان نہ کریں اور خود بھی زیادہ تکلیف نہ اٹھائیں کیونکہ انہیں کو اللہ تعالی نے امام مہدی کے بارے اطلاع دی ہے، لہذا یہ لوگ بھی، اور امام مہدی بھی آرام سے زندگی گزار لیں کیونکہ آگے جزیرۃ العرب کو فتح کرنا ہے اور شام، بیت المقدس اور روم وفارس کی جہاد کرنا ہے اس وجہ سے تازہ دم ہونا لازمی ہے، ابھی سے مہدویت کی دعوت اور ہجرت میں جان زیادہ نہ کھپائیں کیونکہ بیعت تو کشف سے یا اچانک سے منعقد ہونا ہے اور جب آپ یہاں سو جائیں، تو رات کو آپ کی بھی ایک ہی رات میں اصلاح ہو جائے گی اور امام مہدی کی بھی اصلاح ہو گی، لہذا جان مشکل میں نہیں ڈالنا چاہیے۔

یہ تمام طنزیہ کلام در حقیقت معاشرے میں سنجیدہ علماء کرام طبقے سے بحث کے بعد معلوم ہوئی ہیں اور ان کے نزدیک جو بھی ان امور میں زیادہ عمل دخل دیتا ہے تو وہ دنیا کی ہر چیز سے کٹ جاتا ہے۔ لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ ایمان کی اہم صفت امید وخوف کو پکڑتے ہوئے امام مہدی کے لیے اور ان کے انصار کے لیے قرآن مجید کیا س پالیسی پر عمل پیرا اس

ہوناضروری ہے:وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (19) كُلًّا نُمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو توان لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے ہم ان کو اور ان کو سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں، اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں۔

واضح رہے کہ مہدویت صرف کوئی دنیوی مرتبہ نہیں، بلکہ مہدویت ایک اخروی عظیم مرتبہ بھی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہےوارفع درجته في المهديين۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایسے مراتب عام محنت سے نہیں بلکہ جہد مسلسل اور ملامت گروں کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر محنت جاری رکھنے سے ہی ملتی ہے۔

اس کے بغیر اعلی مراتب نہ تو کوئی کامل پا سکتا ہے اور نہ اس کے بغیر کوئی مہدی یا اس کے انصار کا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے: من كان يريد حرث الاخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد الدنيا نؤته منها

ولم أر الإنسان إلا ابن سعيه　　　فمن كان أسعى كان بالمجد أجدر

ولم يتأخر من كان تقدما　　　ولم يتقدم من أراد تأخرا

جب امام مہدی اپنی ذات کے لیے دعا کریں اور اس کے ساتھ دن رات مہدویت کی طرف دعوت دیں اور ان کے انصار بھی یہی عمل اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنائے۔تو اللہ تعالی کی رحمت کاملہ سے امید ہے کہ وہ بھی اس بشارت خداوندی کا مستحق ہوں:وما كان عطا ربک محظورا۔

اس تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ امام مہدی کے لیے مہدی بننے کی خواہش رکھنا بھی درست ہے،اس مرتبے کے لیے دعا کرنا بھی جائز ہے اور امام مہدی کے لیے مہدویت سے متعلق احادیث بیان کرنا بھی درست ہے، تو کیاان تین امور کی روشنی میں یہ بات ممکن نہیں کہ امام مہدی "مہدی بننے" سے پہلے مہدویت کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اور بعد میں دنیا کے اطراف سے آئے ہوئے علمائے کرام اسی شخصیت پر متفق ہو کر رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کر لیں۔

اللہ تعالی کی رحمت کاملہ سے یہی امید ہے کہ وہ بھی اس بشارت کا مستحق ہو، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔۔ ایسی ہی یہ دعا ہو: عسی ان یبعثک ربک مہدیا ۔جیسا کہ قرآن میں کئی مرتبہ فرمایا لعلکم تفلحون۔۔ ایسے ہی لعلکم تنصرون وانتم تنصرون۔

آخر میں ان حضرات کی خدمت میں جن کا خیال یہ ہے کہ امام مہدی کی پہچان رکن اور مقام کے درمیان ہی ہو گا اس سے پہلے گھر بار کی تکلیف، جیل اور قید کی مصیبتوں کے بغیر صرف علامات شخصیہ سے علمائے کرام امام مہدی کو پہچان کر کوئی شخصیت امام مہدی ہو جائے گا ایسا بظاہر ہر گز نہیں۔

امام مہدی کے بارے میں گذشتہ تحقیقات کا حاصل

ا۔امام مہدی اپنے آپ کو امام مہدی کہہ کر نہیں پکارے گا کہ میں ہی امام مہدی ہوں اور نہ خود امام مہدی کا دعویٰ کرے گا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہر گز نہیں کہ امام مہدی مہدویت کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دیں گے اور اس بارے میں محنت نہیں کریں گے۔

۲-یہ تو امام مہدی کی ذمہ داری ہو گی لیکن دیگر تمام لوگوں کی ذمہ داری احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ہے کہ جب انہیں ظہور مہدی سے پہلے زمانے کی علامات معلوم ہو جائے اور ایک ایسی شخصیت کے بارے میں پتہ چلے کہ اس میں علامات شخصیہ بھی موجود ہیں انہیں اور ان کے اہل وعیال کو سخت قید وبند وغیرہ تکالیف کا نشانہ بھی بنایا گیا ہے۔

اور اس میں اکثر علامات مکمل طور پر موجود ہے تو کیا اس شخص کے لیے یہ بات درست ہے کہ اس شخصیت کے بارے میں یہ گمان کرے کہ وہ امام مہدی ہو سکتا ہے ؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں، کسی شخصیت میں اگر احادیث میں بیان کی گئی نشانیاں مکمل طور ہر موجود ہو، تو اس کے بارے میں غیر قطعی گمان رکھنا درست ہے۔

جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے امام مہدی سے متعلق اتنی باریک باریک علامات اور دیگر متعلقات یعنی گھر بار پر واقع ہونے والے مظالم اس لیے بیان کیے تاکہ ہم انہیں پہچانیں اور پہچان کر ان کی بیعت سے پہلے مدد کرے اور بیعت میں اس کا دست راست بنے، یہی وجہ ہے کہ ہمیں بیعت کرنے کے انتظار کے بارے میں حکم نہیں دیا، بلکہ صرف رایات السود یعنی مشرق سے سیاہ جھنڈوں کے نکلنے کے بعد ہی ان کی تائید اور ان کی مدد کا حکم دیا، فرمایا اذا رایتم الرایات السود من قبل خراسان فاتوها ولو حبوا على الثلج فان فيها خليفة الله المهدی۔ اس روایت میں فقط رایات السود دیکھنے کے بعد ان کے ساتھ ہونے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ ان میں مہدی کو تلاش کرو۔

گذشتہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس طرح اولوالعزم انبیائے کرام اور سید الرسل علیہم الصلوات والتسلیمات کو اپنے بارے میں نبی اور رسول ہونے کا قطعی علم نہیں تھا، لیکن یہ بات ضرور تھی کہ اللہ تعالی کا ان کے ساتھ دیگر انسانوں کے برعکس نمایاں معاملہ تھا، جن کا احساس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہوتا تھا، جس سے کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہوا چاہتا

تھا۔تاہم ان تمام ارہاصات اور علامات سے کسی نبی یا رسول نے نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیااور نہ ہی اس سے کوئی نبی یا رسول بنا، البتہ جو لوگ تاک میں بیٹھے تھے انہیں اس کا ادراک ہوتا تھا، کیونکہ منتظر حضرات کی آنکھیں خدائی بصیرت اور رحمانی فراست سے اندازے اور بسا اوقات غالب گمان سے معلوم کر سکتے تھے، جیسا کہ بحیرہ راہب نے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھ کر معلوم کیا تھا۔

چنانچہ جب تک موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر منصب نہیں ملا تھااس وقت تک اپنی والدہ کی الہام(انا رادوه اليک وجاعلوه من المرسلين)پر پیغمبری کا دعویٰ نہیں کیا۔

اگرچہ مظلوموں کی مدد اور رسولوں کی اطاعت کی باتیں کیا کرتے تھے، جیسا کہ واقعہ مدین میں مذکور ہے۔اور بنی اسرائیل کی مدد میں جلاوطنی برداشت کی،اور صاحب ادراک بعض دشمن قبطی فرعونیوں کی عقیدت پہلے سے ہی آپ علیہ السلام کے ساتھ تھی، جیسا کہ فرمایا: وجاء رجل من اقصا المدينة يسعى قال يموسى ان الملا ياتمرون بک ليقتلوک اور بعد میں اسی شخص نے رجل مومن کا کردار ادا کیااور اسی مومن کے نام سے قرآن مجید میں ایک رکوع نازل ہوئی، بلکہ قرآن میں اس سورت کا نام ہی مومن رکھ دیا گیا۔ لیکن اس سے کبھی بھی موسی علیہ السلام کی نبوت ثابت نہیں ہوئی اور نہ ہی گود میں بات کرنے کے بعد عیسی علیہ السلام کو رسول تسلیم کیا گیا،جب تک باقاعدہ رسالت نہ ملی تھی۔نہ ہی نوجوانی کے زمانے میں بتوں کو توڑنے پر ابراہیم علیہ السلام کو رسالت ملی۔نہ ہی شق صدر اور بحیرہ راہب کی گواہی نے آپ علیہ السلام کو نبی بنادیا،جب تک جبرئیل نے آکر سورہ علق نہ اتارا تھا۔

اسی طرح امام مہدی بھی اس وقت تک مہدی نہیں ہوں گے، جب تک بین الرکن والمقام بیعت نہ ہو جائے۔اور ان سے پہلے ان میں علامات زمانیہ علامات مکانیہ اور شخصیہ نہ پائے

جائے۔اس کے ساتھ ساتھ دیگر اولوالعزم شخصیات کی طرح آپ میں بھی امید وخوف کی یکساں صفات موجود ہوں گے، مگر اس کے بعد بھی آپ خود کو مہدی نہ کہیں گے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ امام مہدی کو خود اپنے اندر سے موجود علامات کی وجہ سے ایک پیغام ضرور ملے گا۔تاہم آپ مہدویت کے فطری و خلقی صفات کے ساتھ ساتھ دیگر انفعالی صفات کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اس کو جلا دینے کی کوشش کریں گے یا نہیں؟

اس کا جواب آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں۔

ooooooooo

فصل ششم: مہدئ موعود کے قائدانہ صفات

تمام یا اکثر دنیوی علوم میں مہارت دنیا بھر میں کسی سیاسی شخصیت کے لیے لازمی حیثیت رکھتی ہے اور نہ کسی حاکم کے لیے ان تمام امور میں بیک وقت قابلیت ضروری ہے، بلکہ اس قسم میدان سے ناواقف بھی اکثر اس مسند شاہی پر فائز ہوتے ہیں جیسا کہ عصر حاضر میں فٹ بال کا کھلاڑی نمایاں شخصیت بن کر طیب اردگان کی صورت میں سامنے آیا ہے،تاہم امام مہدی کے ساتھ علوم دنیویہ کے ماہرین کی ایک جماعت ہو گی جن کی تعاون سے معاصر ضروریات وغیرہ پوری کریں گے اور دیگر میدانوں میں آپ الہامی شخصیت ہونے کی وجہ سے خود بھی مہارت کے جوہر دکھائیں گے۔تاہم پوری دنیا پر اسلامی نظام خلافت قائم کرنے کے لیے موجودہ دور بیک وقت گذشتہ بالا صفات کا مجموعہ صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں یہ تمام صفات جو اللہ تعالی کی جانب سے ان میں ودیعت رکھی گئی ہو۔کیونکہ انسانی بساط میں اتنی درک کہاں کہ ایک ہی جیون میں اتنے بیش بہا کمالات کا بوجھاتم مجموعہ اپنے عام بدن میں سمو سکے۔

لہذا لازمی بات ہے کہ امت کی خیر و فلاح کی خاطر جس طرح بطورِ تربیت تمام انبیاء کرامؑ کو ہجرت کرنا پڑا، ایسے ہی امام مہدی کے بارے میں بھی ہجرت کی تصریح بعض روایات میں موجود ہے۔ جس طرح بکریوں کا پالنا انبیاء کرامؑ کی اصلاح اور امت کی فکر میں کمزوروں کے خاتمے کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح امام مہدی بھی باقاعدہ بیعت اور قیادت سنبھالنے سے پہلے گوناگوں مصائب میں گرنے اور پریشانیوں کی بھٹی میں سختیاں جھیل کر کندن اور اعلی قائد کا کردار ادا کریں گے۔ جس کے لیے ظاہر ہے رشدِ ربانی اور الہامِ رحمانی پہلے ہی سے ان کی تربیت میں مصروف عمل ہوتی رہے گی۔ لیکن کمال کے اوج تک پہنچنے کی اعلی چمک اس رات ہوگی جس رات اللہ تعالی امام مہدی کی کامل اصلاح فرما کر مجددِ اعظم کے اونچے مرتبے پر فائز کر کے انہیں خلفائے راشدین کے بعد امامت اہل بیت کا فریضہ سونپیں گے۔

ظاہر ہے عصر حاضر میں قیادت کے فقدان اور رجالِ کار کی عدم موجودگی میں جزوی طور پر متعدد افراد میں جب ان اوصاف کا ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، تو یکجا ان صفات کا مجموعہ ہونا اور پھر علمائے امت کو ملنے کی صورت میں ان کی بیعت میں جلدی ایک عجوبہ کے مانند نظر آئے گا۔ جس کے لیے ظاہر ہے پہلے سے ان علماء کرام کو جو ان صفات سے خوب واقف ہوں گے اس لیے لوگوں کو فکر مند کر کے دنیا بھر سے اہلِ فکر کو جمع کر کے ان کی قیادت کے لیے امام مہدی کو بیعت پر مجبور کریں گے۔

امام مہدی کی پہلی نمایاں صفت: یحثی المال حثیا ولا یعدہ عددا

قائد کے لیے سخی ہونا دینی تعلیمات کے ساتھ ساتھ دنیاوی رواج میں بھی لازمی وصف شمار کیا جاتا ہے، اس وجہ سے ظہورِ مہدی سے متعلق کئی احادیث مبارکہ میں بے شمار مال تقسیم کرنا نہ کہ روک روک کر گننا وارد ہے، جب کہ بعض احادیث مبارکہ میں لوگوں میں مال کا

برابر تقسیم کرنا مذکور ہے۔

اگرچہ اس حدیث مبارک میں امام مہدی کا یہ اہم وصف بیان ہوا ہے مگر سوچنے کی بات ہے کہ یہ صفت امام مہدی میں اس حدیث کے پڑھنے کے بعد پیدا ہو چکی ہو گی یا پھر الہامی طور پر امام مہدی پہلے سے ایک منصف مزاج شخصیت کے حامل ہوں گے۔

حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی ایک فطری صفت ہو گی جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں آپ کا انتخاب دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ اس حدیث میں بیان شدہ وصف کو دیکھتے ہوئے بھی ہو گا کہ آپ کا یہ عمل در حقیقت حدیث میں بیان کی گئی صفت کے عین مطابق ہے، اس وجہ سے آپ امام مہدی جیسی شخصیت بننے کے قابل ہیں۔

امام مہدی کی دوسری نمایاں صفت: یملأ الأرض قسطا وعدلا

اسی طرح دنیا بھر میں عدل وانصاف کا بول بالا کرنے کی صفت کا تو تذکرہ کائنات کے ابتداء سے ہر قوم اور ہر مذہب ومسلک کے نزدیک ایک معتبر وصف کے طور پر موجود ہے، لیکن اس دور میں موجودہ گنجلک سیاسی نظام اور اسلامی اقدار کی اجنبیت کا تذکرہ دوسری احادیث سے سمجھ میں آتا ہے، جس کی روشنی میں درست اقدامات اور بر وقت عین اسلامی تعلیمات پر ایوان بالا میں عمل پیرا ہونا صرف انہی کے علامات میں سے ہو گا۔

کفر وشرک کے علمبر داروں کے ساتھ اسلامی نظام کے سر نگوں ہونے پر افہام و تفہیم نہ کرنا بلکہ ہر حال میں نظام مصطفی پر عمل پیرا ہونا ایک بنیادی اقدام ہو گا، جو اسلامی تعلیمات اور قرآن وسنت کے نظام کی روشنی میں نہ صرف دنیا بھر کے معدنی وسائل اقوام عالم میں بلا تفریقِ مذہب یکساں طور پر تقسیم کریں گے، بلکہ اس کے ساتھ عدل وانصاف کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ جس سے معلوم ہو گا کہ یہی ایک ملہم من اللہ شخصیت ہے جس کی تربیت اللہ تعالی کی جانب سے فطری طور پر برسوں سے ہوتی رہی ہے۔

امام مہدی کی تیسری نمایاں صفت: كما ملئوها ظلما وجورا

مساوی تقسیمِ دولت اور سستے انصاف کا نظریہ دنیا بھر میں تمام قائدین کا روزِ اول سے نعرہ رہا ہے، مگر امام مہدی کی شخصیت میں یہ نمایاں خوبی پہلے سے نجی معاملات اور روز مرہ امور میں ظاہر ہوا ہوگا، لیکن بیعت کے بعد تقسیمِ دولت کی برابری اور سستا انصاف آپ کی نمایاں اوصاف کے طور پر معروف ہوں گی۔

تاہم امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور سے پہلے روئے زمین میں ہر طرف تقسیم دولت کا غیر منصفانہ نظام اور انصاف ملنا ناممکن ہوگا، بلکہ پوری دنیا میں ظلم و ستم اور مظلوم کی آہ وبکاء کی سسکیاں آسمانوں تک پہنچ چکی ہوگی، مگر امام مہدی کے انصاف کی وجہ زمین تو کجا آسمان کے فرشتے بھی مظلوم کی آوازیں نہیں سنیں گے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: يرضى عنه ساكن السماء وساكن الأرض

oooooooooooo

مہدئ موعود کی بیعت کا پرامن ہونا

امام مہدی کی بیعت کے بارے میں بنیادی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ اس بیعت میں خونریزی اور شور شرابہ نہیں ہوگا یہاں تک کہ کسی کا نیند بھی خراب نہیں ہوگا، تو امام مہدی کا بیعت سے انکار خونریزی اور بیعت اللہ کی بے حرمتی سے بچنے کے لیے ہوگا۔

جیسا کہ جب ۳۸ آدمیوں نے اسلام قبول کیا تو ابو بکر رضی اللہ نے کھلم کھلا اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں بار بار اصرار کیا مگر آپ علیہ السلام نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہماری تعداد کم ہے مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بار بار اصرار کی وجہ سے آپ نے اجازت دی اور اس سے پہلے صحابہ کرام کو مسجد الحرام کے مختلف کونوں میں منتشر ہو کر اپنے اپنے قبیلوں کے پاس چلے گئے، جب ابو بکر رضی اللہ نے دعوت شروع کی تو مسجد میں مار پیٹ شروع ہوئی۔

چونکہ ابو بکر رضی اللہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ بات کھلم کھلا لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہو جائیں مگر مار پیٹ کی وجہ سے آپ علیہ السلام نے اس لیے انکار کیا۔

اسی انکار کی وجہ سے امام مہدی بیعت قبول کرنے سے انکار کریں گے جیسا کہ روایت میں فرمایا: **يبايع للمهدى بين الركن والمقام لا يوقظ نائما ولا يهراق دما۔**

اسی طرح فرمایا: **لا يهراق في بيعته محجمة دم.** بیعت سے انکار کی وجہ امام مہدی کو بیعت کنندگان کی جانب سے یہ خوف ہوگا کہ شاید بیعت کو توڑ ڈالے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: **كم من عهد نقضتموه و كم من دم سفكتموه۔**

یا پھر انکار کی وجہ یہ ہو گی کہ چونکہ امام مہدی مکہ کے ظالم بادشاہ کے خوف سے بھاگا تھا اور اب اپنے انصار سمیت دوبارہ مکہ آیا ہے، لہذا بیعت کنندگان اور امام مہدی دونوں حاکم کی طرف سے قتل کا خوف ہوگا۔ اسی طرح بیعت سے انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ ظہور مہدی سے قبل یمن، عراق، شام اور جزیرۃ العرب میں امت کئی کھٹن مراحل سے گزر رہی ہو گی اور اس کی وجہ وزارت، صدارت اور عہدے کی دوڑ ہو گی تو اس وجہ سے امام مہدی بیعت لینے سے انکار کریں گے، تاکہ مزید امت میں خون ریزی نہ ہو۔